احوال شہادتین ملال حسینیہ

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالثَّمَرَاتِ

احوالِ شہادتین

یعنی

ملالِ حسنینؓ

مصنفہ ومؤلفہ ابو الفصاحت حضرت مولانا اکبر وارثی میرٹھی مدظلہ

حسب الارشاد فیض بنیاد حضرت قبلہ منشی محمد مروت یار خان صاحب دام اقبالہ و اجلالہ

زمیندار موضع بجولی و پیپلی کھیڑہ وغیرہ ضلع میرٹھ حال سب انسپکٹر پولس ضلع آگرہ

بفرمائش منشی محمد وزارت یار خان صاحب تاجر کتب و مہتمم دفتر اکبر وارثی میرٹھی

شمس المطابع مشین پریس آگرہ میں طبع ہوا

بار اول تین ہزار جلد

قیمت فی جلد عہ

قابل حمد ہے خدا کی ذات | جسکا ہر شے میں ہے ظہور صفات

عکس سے جسکے دل ہیں آئینہ | نور سے جسکے طور ہر سینہ

اوسکے جلووں کی سب سے پہلی نمود | حامد احمد محمدؐ و محمود

پرتو نور قدرت روشن | حیدرؓ و فاطمہؓ حسینؓ و حسنؓ

ہیں سبب صبر و شکر کی تصویر | دو شہادت کو شبرؓ و شبیرؓ

ہے عجب واقعہ شہادت کا | بنگیا جس سے کام امت کا

آفرین شاہ کے گھرانے کو | صبر دکھلا دیا زمانے کو

اوس طرف ہے جفا ادہر سے وفا | اک دغا کے عوض ہزار دعا

جان تک دیکے بھوکے پیاسوں نے | بات جانے نہ دی نواسوں نے

دیکے ایذائیں امتحان لیا | دونو کامل ہیں حق نے مان لیا

جسم زخموں سے چور چور ہوا | کچھ نہ اقرار میں قصور ہوا

تھے وہ امت کے کسقدر غم میں | کیوں نہ امت ہو اونکے ماتم میں

آنسک اس قلم کیں جو بہا ہے	تو کیوں نہ نقصان کرہ پائے
لاکھ شادی فدا ہوں اوس غم پر	جس سے ہو شاد خالق اکبر
آؤ رونے یہ مجلس غم ہے	جسقدر اونکا غم کرو کم ہے
مصطفٰےؐ کے حسینؑ کی مجلس ہے	یہہ حسینؑ و حسنؑ کی مجلس ہے

اکبر اون کے حضور میں ونرات
عجز سے بھیج تحفۂ صلوات

واقعۂ کربلا کے لکھنے کے وقت قلم کا سینہ چاک ہوتا ہے اور ماتم زدوں کی طرح زار زار روتا ہے۔ جو سطر کہ خامۂ غمناک سے کاغذ پر تحریر ہوتی ہے۔ وہ فرط حسرت واندوہ سے صف ماتم کی تصویر ہوتی ہے جو آنسو کی بوند کلک نمناک سے ٹپکتی ہے۔ وہ اشک یتیم کی طرح سنگ کاغذ پر سر ٹپکتی ہے۔ حرف حرف اسکا درد والم کا تیر وتبر ہے نقطہ نقطہ اس کتاب کا رنج وغم کی سپر ہے۔ مصرعہ مصرعہ آہ وبکا کا سفینہ ہے بیت بیت میں بیت الاحزان کا قرینہ ہے صفحہ صفحہ اسکا نعرۂ حیدری کا اکھاڑہ ہے۔ ورق ورق اسکا مرثیۂ حسین کا ایام بارہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ کہ کربلا کے شہنشاہ کی وہ قیامت خیز محشر انگیز کہانی ہے۔ کہ جسکے سننے سے کیسا ہی سنگ دل ہو۔ اُسکا دل وجگر پانی پانی ہے۔ غور کا مقام ہے۔ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا لاڈلا جو اُمت کا پیشوا تھا۔ وہ اُمت کے ہاتھ سے ذبح ہوجائے

ھے اون کے ہاتھ سے پانی کا ایک قطرہ نہ پائے کیسا امام ستائی کوثر کا نواسہ تین دن کا پیاسا تشنگی میں آب تیغ کو آب بقا جاننے والا بیابان تسلیم و رضا میں ثابت قدم رہکر خدا کو پہچاننے والا ہر لب زخم سے قاتل کا شکر گذار ہر بن مو سے صبر آشکار۔ اسیر دام رنج و بلا مہمان وادی کربلا نور دیدہ مصطفےٰ سرور سینہ مرتضےٰ۔ راحت آغوش فاطمہ زہرا راکب دوش محبوب خدا دلدار اصفیا۔ دلبر اولیا گوشوارہ عرش علی جگر پارۂ خیر الوریٰ امام الثقلین مقتدا القبلتین سیدنا و مولانا ابا عبداللہ الحسین صلوات اللہ علیہ فی الکونین

درود آل پہ اصحاب مصطفےٰ پہ درود
حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

دست خدا کا قوت بازو حسین ہے — محبوب حق کا زینت پہلو حسین ہے
بازار دین کا یوسف خوشرو حسین ہے — اور جنس معرفت کی ترازو حسین ہے

ایمان اس کی جان یہ ایمان کی جان ہے
قرآن فقط دہن ہے یہ گویا زبان ہے

ایمان کی سند ہے محبت حسین کی — مثل نماز فرض ہے اُلفت حسین کی
ہفتاد حج ہیں ایک زیارت حسین کی — واجب ہے کائنات پہ بیعت حسین کی

دنیا و دین کا باعث مولا حسین ہے
ایمان زیر دست جناب حسین ہے

... کا نزول ہوتا ہے حسنات و برکات کا حصول
ہوتا ہے ہر کسی کو نقد مدعا وصول ہوتا ہے خصوصًا دونو شہزادہ حضرت
امام حسنین علیہما السلام کی محبت بسبب حصول حاجات دنیا اور موجب ترقی
درجات عقبیٰ ہے۔ کیا اچھے وہ مسلمان ہیں۔ کہ آپ کے غم میں اپنے آنسوؤں
سے رومالوں کو بھگوئیں اور اپنی تمام سیہ ناموں کو آب رحمت سے دھوئیں
آنکھوں سے اشکوں کے چشمے بہائیں آپ کے نام پر اپنا جان و مال لٹائیں

	درود آل پہ اصحاب و مصطفٰے پہ درود حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود	

روایت ہے کہ بارہا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
کہ جو شخص وسیلہ پکڑے میرا۔ اسکو لازم ہے۔ کہ میرے اہل بیت سے محبت
پیدا کرے۔ اور میری فاطمہ بہشت کی بیبیوں کی سردار ہے اور حسن حسین
بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ یہ میرے دو پھول ہیں جس شخص نے
ان کو دوست رکھا۔ اُسنے مجھکو دوست رکھا اور جسنے ان سے بغض رکھا
اُسنے مجھسے بغض رکھا یہاں سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابہ
وسلم کے دونوں شہزادوں کے ساتھ محبت دیکھنی چاہیئے۔ کہ کس مرتبہ
پر تھی۔ افسوس کہ بعد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن دونوں
ریحان مصطفوی اور جگر پارہ مرتضوی کے ساتھ اشقیا نے یہ ظلم کیا۔ کہ
ایک کا دل تو زہر ہلاہل سے پارہ پارہ اور دوسرے کو تشنہ لب میدان کربلا

[illegible]	رتبہ حضرت حسین و حسن
ایک ہے نور دیدۂ نبوی	ایک ہے شمع جان مصطفوی
آسمان پر نکل کے سورج چاند	سامنے اُن کے کیوں نہ ہونے ماند
چاند سورج ہیں یہ ولایت کے	ماہ و خورشید ہیں نبوت کے

روایت ہے کہ ایک روز حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لائے کہ دفعتاً حضرت امام حسین علیہ السلام کے رونیکی آواز کان میں آئی آپ نے بیقرار ہو کر فرمایا کہ اے بیٹی کیا تم نہیں جانتی ہو کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب ذرا سے رونے پر آپ کے دل پر اسقدر صدمہ ہو۔ افسوس ہے اُن اشقیا پر کہ تین روز تک امام تشنہ کام کو میدان کربلا میں بھوکا اور پیاسا رکھا وہ گلو جو نبیؐ کی بوسہ گاہ تھا اُس پر خنجر پھیرا اور اُنکا خون کربلا کی زمین پر بہا دیا۔ اس ایذا رسانی سے روح حیات النبیؐ پر کیا کچھ صدمہ گذرا ہوگا۔ تمام نونہالان باغ نبوت کا کٹ جانا اور مستورات عصمت کا قید ہو جانے میں تکلیف اُٹھانا کیسا صدمہ عظیم ہے۔

مسدس

سفر وادی اندوہ و بلا مشکل ہے	عزم بالجزم صراط شہدا مشکل ہے

گذر منزلِ تسلیم و رضا مشکل ہے
وعدہ آسان ہے۔ وعدے کی وفا مشکل ہے

صبر کہتے ہیں شہ کرب و بلا مشکل ہے
سخت سے سخت ہے مشکل سے سوا مشکل ہے
مرحلہ تیغ و گلو کا بھی بڑا مشکل ہے
سہل کر دے اگر اللہ تو کیا مشکل ہے

گذر منزل تسلیم و رضا مشکل ہے
وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے

سجدۂ حق نہ شمشیر جفا مشکل ہے
شکر جاری رہے بے آب و غذا مشکل ہے
حلق کٹتا ہو تو قاتل کو دعا مشکل ہے
پسر حیدر و صفدر کے سوا مشکل ہے

گذر منزل تسلیم و رضا مشکل ہے
وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے

دشت وہ عالم غربت ہے کہ خالق کی پناہ
سیکڑوں پیچ ہیں یاں بال سے باریک ہے راہ
تھرتھراتے ہیں مسافر کے قدم مثل نگاہ
پاؤں رکھتے ہی صدا آتی ہے انا للہ

گذر منزل تسلیم و رضا مشکل ہے
وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے

ہوک اٹھتی ہے کلیجوں پہ یہ ہو کا ہے مقام
سر اترتے ہیں تو ہوتی ہے یہ منزل اتمام
چھاؤنی ہے نہ کہیں چھاؤں نہ پانی نہ طعام
یہی کہتے ہوئے گذرے ہیں نبی یہاں سے تمام

گذر منزل تسلیم و رضا مشکل ہے
وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے

	گذر منزل تسلیم رضا مشکل ہے وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے	
کلمہ پڑھنے لگی خنجر قاتل کی زباں ذکر کرتا تھا سر پاک تو کھنچی تھی سناں		محو تسلیم تھے ازبسکہ امام دو جہاں نہ پھرا قول سے وہ صادق الاقرار یہاں
	گذر منزل تسلیم و رضا مشکل ہے وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے	

روایت ہے کہ ایک روز جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں دونوں شہزادے مسجد میں تشریف لائے لیکن خرد سالی کے سبب سے چلنے کی طاقت نہ تھی اسلئے پاؤں میں لغزش ہوئی حضور نے سامنے سے دیکھ کر خطبہ چھوڑ دیا اور منبر سے اُتر کر دونوں نونہالوں کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور حاضرین مسجد سے فرمایا کہ میں اِن دونوں کی یہ حالت دیکھ کر کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑاتے ہیں صبر نہ کر سکا۔ یہانتک کہ خطبہ چھوڑ کر ان دونوں کو اُٹھا لیا۔ اللہ کے پیارے بندو یہاں تو رسول پاک کی یہ محبت کہ گرنے کے خیال سے خطبہ چھوڑ دیا۔ اور دونوں لاڈلوں کو گود میں اوٹھا لیا اور وہاں میدان کرب وبلا میں ظالموں کی یہ شقاوت کہ امام مظلوم کو زین سے زمین پر گرا دیا۔ اور اُس جسم نازنین کو جو محبوب حق کی گود میں پلا تھا۔ تیروں کا نشانہ بنایا۔ اور اطفال خرد سال

[illegible] آفتاب [illegible] پہ درود

حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

کیا ستم ہے۔ کہ سناں گیسوی شبیر میں ہے	کیا غضب ہے کہ رسن بازوی ہمشیر میں ہے
سر بازار نہ تھی اُن کے سروں پہ چادر	جنکی حرمت کا بیاں آیۂ تطہیر میں ہے
کہا سجاد نے مجمع سے بچاکر تمثیل	شمر کیا فائدہ سادات کی تشہیر میں ہے
جنکے نانا کو ملی عرش علی پر کرسی	او حقیر دو جہاں اونکی تو تحقیر میں ہے

روایت ہے۔ کہ ایک دن حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا حضرت رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے حضور میں روتی ہوئی آئیں۔ اور عرض کیا کہ بابا جان آج صبح سے شام ہونے آئی کہ میرے دونو صاحبزادے ابتک گھر میں تشریف نہیں لائے۔ اس سبب سے بے قرار اور اشکبار ہوں یہ سنکر آپ بھی بے قرار ہوگئے۔ اور دونوں ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگی کہ یا اللہ العالمین اگر حسنین کسی جنگل میں ہوں تو اونکی حفاظت کیجیو اور اگر دریا میں ہوں تو اونکو ڈوب نے سے بچائیو۔ ہنوز یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ بیقرار نہ ہوں دونوں شہزادے اس شہر کے گورستان میں موجود ہیں یہ سنکر آپ اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اُس مقام پر جاکر دونوں کو صحیح وسالم پایا اور گود میں اوٹھا لیا فرشتوں نے اپنے پروں کا سایہ کیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک

جانتے کہ حسین بہترین مردم ہیں جد اونکا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم اور باپ اونکا علی مرتضیٰ اور ماں فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا ہیں۔ اب یہاں سے قیاس کرنا چاہیے کہ کچھ دیر جو دونو شہزادے
گھر میں تشریف نہیں لائے تو جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور
محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق میں یہ حال ہوا۔ افسوس
میدان کربلا کی بیکسی اور بے بسی اور تین دن تک ایک بوند پانی
نہ پانا اور زخموں کی اذیت اوٹھانا کیسا کچھ صدمہ عظیم ہے۔ کہ زبان
قلم بیان سے دونیم ہے

فریاد ہے فریاد ہے اے داور محشر		زہرا کا چمن لوٹ لیا شام کے بن میں

درود آل پہ اصحاب و مصطفےٰ پہ درود
حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

حضرات یوں تو حضرت امام علیہ السلام کی شہادت کے بیانوں سے
کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن یہاں اختصار منظور ہے۔ اسواسطے
روایات معتبر کا اظہار کرنا ضرور ہے۔ عالم حیات میں جناب رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو امام مظلوم کی شہادت کا حال معلوم ہونا
اور جبرئیل کی زبان سے متواتر یہ خبر سنکر رونا بلکہ اونکا مقتل کی مٹی
لاکر دینا اور رسول کا اپنے ہاتھ میں لینا۔ اور پھر ام سلمہ کو یہ کہکر دینا
کہ اے ام سلمہ اس کربلا کی خاک کو شیشہ میں رکھو جب یہ خاک خون ہو جائے

پائی یہاں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ امام علیہ السلام کا شہید ہونا
خود ایک قیامت کا برپا ہونا تھا۔ مگر عالم حیات میں حضرت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور
فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کا اس حال سے مطلع ہونا اور فرط محبت
سے رونا بھی محشر سے کم نہ تھا۔

درود آل پہ اصحاب و مصطفے پہ درود
حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

روایت ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ
میں نے اپنی زندگی میں تین صدمے بہت اوٹھائے۔ ایک تو نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے سامنے دنیا سے اوٹھ جانا دوسرے حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دنیا سے گذر جانا۔ تیسرے حضرت امام حسین کی
خبر شہادت اپنی زندگی میں پانا ان تینوں صدموں سے دل جگر پارہ پارہ
ہے۔ مگر قضا وقدر سے کیا چارہ ہے۔ اگرچہ خبر شہادت چار برس کی
عمر سے مشہور ہو رہی تھی لیکن چونکہ تنہائی اور بیکسی لازمہ شہادت ہے
اسیواسطے پہلے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا
سایہ سر پر سے جدا ہوا۔ بعد اوسکے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا
نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ اوسکے بعد حضرت علی کرم اللہ
وجہہ انکھوں کے سامنے شہید ہوئے۔ پھر بڑے بھائی حضرت امام حسن

حضرت امام حسین علیہ السلام کو یا [illegible]

نے دغا سے بلا کر میدان کربلا میں اون کے خشک گلے پر خنجر ظلم پھیرا

اور تمام مستورات عصمت کو نرغہ میں گھیرا اور تین دن تک برابر اطفال

خردسال کو ایک ایک بوند پانی سے ترسایا ساتویں محرم سے دسویں

تک کسی نے ایک قطرہ پانی نہ پایا

خاک میں ملجائے تیری آبرو شمر لعین | تو نے انکو کیوں نہ پانی پینے کیلئے

درود آل پہ اصحاب و مصطفےٰ پہ درود

حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

سوانح عمری حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از وقت ولادت تا وفات

بلقیس پاسبان ہے یہ کسکی جناب ہے | مریم درود خواں ہے یہ کسکی جناب ہے

شانِ خدا عیاں ہے یہ کسکی جناب ہے | دہلیز آسماں ہے یہ کسکی جناب ہے

کرسی زمیں سے لیتی ہے گوشہ پناہ کے

بیٹھا ہے عرش سایہ میں اس بارگاہ کے

شانِ خدا ہے صلی علی شانِ فاطمہ | حیدر کا جانماز ہے دامان فاطمہ

روزہ ہر ایک روزہ ہے مہمان فاطمہ | کہتی ہے عید فطر ہیں قربان فاطمہ

ہر نماز قنوت کی تقلیل کرتی ہیں

تسبیح حق میں آپکو تحلیل کرتی ہیں

[illegible] پروردگار سے

... شرف فاطمہ ہوا

ذکرِ خدا کا فاطمہ پر خاتمہ ہوا

بے ہوش ہیں فضائلِ زہرا میں عقل و ہوش
خود بے لباس اور خلائق کی پردہ پوش
عسرت ہے بے حواس مگر یادِ حق کا ہوش
فاقہ سے چہرہ خشک تو دردِ دلی کا جوش

زیور گلے میں اور نہ کہنا ہے ہاتھ میں
تسبیح خاکِ حمزہ کا کنگنا ہے ہاتھ میں

مہرِ سپہرِ رفعت و عظمت ہیں فاطمہ
ماہِ بروجِ صولت و حشمت ہیں فاطمہ
رونق فروزِ محفلِ عصمت ہیں فاطمہ
زینت طرازِ حجلۂ عفت ہیں فاطمہ

قرآن نورِ صورتِ حسنِ قبول ہیں
یہ تاجدارِ ملکِ خدا و رسول ہیں

عالی نسب ہیں مریم و حوا سے بھی سوا
سارے دنیا جہاں کو نہ ایسا شرف ملا
بیٹے حسن حسین دو عالم کے پیشوا
جسکا نظیر دونوں جہاں میں نہیں ہوا

یہ پارۂ جگر ہیں بشیر و نذیر کی
بالوں سے محترم ہیں جناب امیر کی

مشکل میں کام بندوں کے آئینگی فاطمہ
دوزخ سے عاصیوں کو بچائینگی فاطمہ
لطف و کرم کی شان دکھائینگی فاطمہ
امت کو لیکے خلد میں جائینگی فاطمہ

مہرِ بتول سے رہِ جنت ملی ہمیں
جسکو نہیں زوال وہ دولت ملی ہمیں

روایت ہے کہ یہ نونہالِ چمنِ رسالت و نوبادۂ گلشنِ نبوت گوہرِ درجِ معرفت

اختر برج ہدایت ابروے گلزار کرامت حضرت خاتون قیامت نبوت سے
پہلے مکہ معظمہ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے
پیدا ہوئیں اور آپ کی پیدائش کے وقت مشرق سے مغرب تک تمام عالم
نورانی ہوگیا حضرت خدیجۃ الکبریٰ فرماتی ہیں کہ جسوقت حضرت سیدہ
پیدا ہوئیں اُسوقت میرا سارا گھر نور سے معمور ہوگیا۔ اور میں نے اسوقت
دیکھا کہ چار عورتیں میرے پاس آئیں ایک نے ظاہر کیا کہ میں سارا اسحاق
کی ماں ہوں۔ دوسری نے بیان کیا کہ میں مریم عمران کی بیٹی ہوں تیسری
نے کہا کہ میں کلثوم موسیٰ کی بہن ہوں۔ چوتھی بولی کہ میں آسیا
فرعون کی زوجہ ہوں۔ پس اُن چاروں نے میرے چاروں طرف ہوکر
حضرت فاطمہ زہرا کو ایک زمردین طشت میں بیٹھلا کر آب کوثر سے
نہلایا اور ایک سفید خرقہ نورانی خوشبودار پنہایا۔ اور ایک مقنعہ روالور
پر ڈال کر مجھکو دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسکی اولاد میں برکت دے۔ پھر
حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو حضرت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی گود میں دیا۔ آپ نے اِن کا
فاطمہ نام رکھا۔ فاطمہ کے معنی آزاد کرنے والے کے ہیں یعنی امت کو آتش
دوزخ سے آزاد کرنے والی پس اوسی وقت سے کے آثار قبولیت اور کرامت
اون کی نورانی پیشانی سے جلوہ افروز تھے۔ آپکے راضیہ مرضیہ اور بتول
وغیرہ بہت سے القاب ہیں اور فضائل آپکے بے شمار ہیں۔ ایک یہ کہ
[illegible] تشریف لاتی تھیں حضور سرو قد تعظیم

تے تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ چادر مبارک اپنے سر و پا بچھا کر بٹھاتے
اور پیار فرماتے۔ اور جب حضرت سفر کو تشریف لے جاتے تو سب سے بعد
سیدہ کے پاس رخصت ہونے کو آتے۔ اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے
تو سب سے پہلے حضرت سیدہ کے پاس آتے۔ تاکہ جدائی کا زمانہ حضرت سیدہ
سے جسقدر کم ہو بہتر ہے۔ الغرض جسقدر محبت حضور کو سیدہ کے ساتھ
تھی۔ اپنی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نہ تھی۔ اسی صورت سے حضرت
سیدہ نے باپ کے آغوش عاطفت میں اٹھارہ برس تک پرورش پائی
اس زمانے میں اکثر لوگ حضرت سیدہ کے نکاح کا لفظ زبان پر لاتے تو آپ
ارشاد فرماتے کہ میں اس برس وحی الٰہی کا منتظر ہوں۔ جس سے اللہ پاک کا
ارشاد ہوگا۔ اسی سے فاطمہ کا نکاح ہو جائیگا۔

روایت ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت سیدہ کا نکاح حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کے ساتھ عرش پر باندھے۔ تو پہلے رضوان داروغہ جنت کو حکم
ہوا کہ بہشت بریں کو طرح طرح کے تکلفات سے آراستہ کرے اور جنت کی
حوریں نورانی حُلّے پہنیں اور چشم نرگسیں میں سُرمہ لگائیں غلمان زمردین
تاج سر پر رکھکر روش روش پر کھڑے ہو جائیں۔ اور فرشتگان ملاء اعلیٰ
اور کروبیان عالم بالا جو تھے آسمان پر بیت المعمور کے قریب جمع ہوں
اور اُس نورانی ممبر کو جسکا نام ممبر کرامت ہے۔ اور آدم نے اُسپر بارہا خطبہ
پڑھا ہے ایستادہ کریں۔ بہشت کی حوروں کو چاروں طرف مژدہ رسانی پر

حضرت علی کے ساتھ چوتھے آسمان پر باندھا۔ اور فرشتے باہم نواہ مقرر ہو

اور آپس میں افتخار کیا۔ اور جنت کے درختوں نے بالچہر اور نوگین نچھاور کیں

روایت ہے۔ کہ طوبیٰ کے درخت نے دوستان اہل بیت کے شمار کے

موافق رقعے نثار کئے۔ اور ہر رقعہ میں نام ایک دوستدار اہل بیت کا لکھا

اور مضمون اوسکا یہ ہے۔ کہ فلاں مرد یا عورت کہ محب اور دوستدار

اہل بیت ہے۔ آتش دوزخ سے آزاد کیا گیا۔ چنانچہ قیامت کے روز

وہ رقعہ نام بنام ملجائینگے۔ اور تمام دوستان اہل بیت اون رقعون کے

سبب بخشے جائینگے۔ شعر

مخالف ہے جو انکا وہ عدوئے دین و ایمان ہے	محبت اہل بیت پاک کی بخشش کا ساماں ہے

روایت ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدہ کا نکاح حضرت علی کے

ساتھ آسمان پر باندھا تو جبرئیل امین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

میں مبارکباد ی کو آئے اور عرض کیا کہ دنیا میں بھی ان دونون کا عقد

باندھیئے۔ حضرت سیدہ نے سنکر عرض کیا کہ بابا جان سب کی بیٹیوں کے

دنیا مین جواہرات اور درم و دینار کے مہر مقرر ہوتے ہین اگر میرا مہر بھی یہی

مقرر ہوا۔ تو مجھ میں اور اوروں میں کیا فرق رہا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ جان

پدر آپ کیا چاہتی ہیں عرض کیا بابا جان مجھکو یہ تمنا ہے۔ کہ میرا مہر شفاعت

امت گنہگار قرار پائے۔ یہ سنتے ہی حضرت بارگاہ رب العزت مین مناجات

فرمانے لگے کہ اے پروردگار میرے کچھ سنا تو نے کہ فاطمہ تجھ سے کیا طلب

اللہ تعالیٰ بعد سلام کے فرماتا ہے۔ کہ ہمنے دعا اپنی فاطمہ کی قبول فرمائی
اور ایک ٹکڑا سفید حریر کا جس میں دو سطریں نورانی خط سے تحریر تھیں
حضرت سیدہ کے ہاتھ لا کر دیا۔ حضرت سیدہ نے اُس رقعہ کو آنکھوں سے
لگایا اور بازو کا تعویذ بنایا۔ اور وصیت کی کہ اس تعویذ کو میری وفات کے
بعد سرہانے کفن کے نیچے رکھدینا جسوقت میدان محشر مین تمام گنہگاران
امت حاضر ہونگے۔ اس پرچہ کاغذ کو اللہ پاک کے حضور میں پیش کر کے عرض
کروں گی کہ یارب العالمین اپنا وعدہ پورا کر۔ اور مہر ادین مہر ادا کر اور وہ دین
مہر جو تو نے مقرر کیا ہے۔ یعنی آج کے دن میرے باپ کے تمام گنہگاران
امت کو بخشدے۔

روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہین کہ ایک روز مین حضور
نبوی مین حاضر تھا۔ کہ آثار وحی آپ کے چہرہ نورانی پر نمایاں ہوئے۔ اور
جب وحی اٹھی اُٹھگئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے انس تمکو معلوم ہوا۔ کہ سوقت
جبرئیل میرے پاس کیا پیغام لائے۔ مین نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ اللہ
اور اوس کا محبوب زیادہ واقف ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ روح الامین
بارگاہ رب العالمین سے یہ پیغام لائے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا
حضرت علی کے ساتھ نکاح کردو اے انس تو جا اور ابوبکر اور عمر اور عثمان
اور طلحہ اور زبیر اور جماعت اکابر انصار کو جلد بلا کر لا۔ کہ اللہ پاک کا حکم
بجالاؤن۔ اور فاطمہ کا عقد نکاح علی مرتضیٰ کے ساتھ باندھوں۔ حضرت

فروخت کرکے نکاح کا سامان مہیا کیا. راوی لکھتا ہے کہ اکثر جان نثار

جو عرب میں مالدار تھے. وہ یہ چاہتے تھے کہ صاحبزادی کا جہیز ہم

اپنی طریقے پر ترتیب دیں. آپ نے فرمایا کہ فاطمہ کا نکاح اس طریقے

پر ہوگا کہ جس طرح میں چاہتا ہوں پس آپ نے اوس مجلس میں خطبۂ نکاح

پڑھا. اور حاضرین سے فرمایا کہ میرے پروردگار نے میری فاطمہ کا عقد

نکاح حضرت علی سے آسمان پر باندھا اور حکم بھیجا کہ ہمارا محبوب بھی

فاطمہ کا نکاح دنیا میں علی ابن ابی طالب سے کردے. سو میں نے

بموجب حکم رب العالمین اپنی فاطمہ کا عقد نکاح علی کے ساتھ چار سو

مثقال چاندی کے مہر پر باندھا اے علی تم اس پر راضی ہو. حضرت

علی نے عرض کیا کہ میں راضی ہوں یا رسول اللہ. پس آپ نے دونوں کے

حق میں دعائے خیر فرمائی. حضرت ام سلمہ حضرت سیدہ کو حضرت علی کے

گھر لیکر آئیں. اسکے بعد حضرت مقبول رسول صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم بعد

نماز عشا وہاں تشریف لائے. اور ایک کوزہ پانی میں لعاب دہن مبارک

ڈالا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور چند دعائیں

پڑھ کر اوس پانی پر دم کیں اور تھوڑا تھوڑا حضرت علی کو اور حضرت فاطمہ

کو پلایا. اور دونوں کو اس پانی سے وضو کرایا. اوسکے بعد وہاں سے

اوٹھے. حضرت سیدہ باپ کی مفارقت کے سبب رونے لگیں حضور نے

برس ہوا۔ تو حضرت سیّدہ کی عمر اٹھارہ برس اور حضرت علی رض کی اکیس برس پانچ ماہ کی تھی۔

نظم

لاریب نور خالق اکرم بتول ہیں | بنت رسول فخر دو عالم بتول ہین
عزت ملی ہے آپکو دونوں جہان مین | نازل ہوا آنکی آیۂ تطہیر شان مین
شوہر ہیں وہ کہ فاتح بدر و حنین ہیں | فرزند فاطمہ کے حسن اور حسین ہین
خیر الوری نے بضعۃ منی انہیں کہا | لخت دل نبی دو عالم ہین فاطمہ رض
تعریف فاطمہ کی علی ولی نے کی | تعظیم سیدہ کی خدا کے نبی نے کی
جاتی تھیں جب کہ فاطمہ تسلیم کے لئے | فوراً رسول اوٹھتے تھے تعظیم کے لئے
خود چھوڑتے تھے اپنی جگہ پھر فاطمہ | بوسہ جبین لے دیتے تھے سلطان انبیا
ارشاد تھا کہ دیگا جو ایذا بتول کو | خفت ہیں وہ ستائیگا روح رسول کو
آداب خاص فاطمہ زہرا کا فرض تھا | کرتی تھیں احترام نہایت حضور کا
تشریف گھر میں بیٹی کے حضرت جو لاتے تھے | در کے قریب آپکو ایستادہ پاتے تھے
خوش ہو کے پیشوائی کو جاتی تھیں فاطمہ | ہمراہ لیکر آپکو آتی تھیں فاطمہ
تسلیم کر کے چومتی تھیں دست مصطفے | اعلی مقام پر انہیں دیتی تھیں آپ جا
راوی معتبر نے ہے مشکوٰۃ میں لکھا | اک روز گھر بتول کے آئے جو مصطفے
در پر نبی نے آکے بیٹی کو دی صدا | آئیں تمہارے گھر میں ہم اے فخر النسا
زہرا نے عرض کی کہ فوراً ٹھہر جائیے | پھر عرض کی ادب سے کہ تشریف لائیے

یعنی ہیں آپ تسلیم کوں خوش خصال — ہماری زبان پاک پے ہو سطر دو اجلال
لیکن نہ اوٹھ سکیں پے تعظیم فاطمہ — البتہ جھک گئیں پے تسلیم فاطمہ
فرمایا یہ حضور نے اے جان مصطفےٰ — معمول کے خلاف یہ میں دیکھتا ہوں کیا
دربر ہمیشہ آتی تھیں تعظیم کے لیے — اوٹھیں نہ آج باپ کی تسلیم کے لئے
یہ سن کے سر جھکا لیا بنت رسول نے — آنکھوں میں اشک بھر کے کہا یہ بتول نے
آتا ہے مجھکو آپ سے کہتے ہوے حجاب — جب پوچھتے ہیں آپ تو دیتی ہوں میں جواب
اوڑھے ہے یہ کنیز جو ٹکڑا گلیم کا — اسدرجہ تنگ ہے یہ شہنشاہ دوسرا
کھلتا ہے صدر ڈھکتی ہوں گر پشت اے پدر — اور صدر ڈھانپتی ہوں تو کھلجاتی ہے کمر
تعظیم کو نہ اسلئے بابا کھڑی ہوئی — آتی ہے شرم پشت ہے میری کھلی ہوئی

تا حشر دل سے ہو نہ محبت کا خاتمہ
انوار فاطمہ کی ہوں مختیار فاطمہ

ذکر وفات حسرت آیات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

راوی کہتا ہے۔ کہ جس وقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم رونق افروز ملک بقا ہوئے۔ تمام مدینے میں بے رونقی اور شور قیامت برپا ہو بلکہ سارا عالم تاریک ہو گیا۔ سب سے زیادہ عاشق زار رسول حضرت بتول کا وہ حال تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ رات دن رویا کرتی تھیں۔ ایک روز حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ اے سیدہ میری خوشی اس میں ہے کہ تم بہت نہ رویا کرو۔ کیونکہ سارے

ندی مین رونا۔ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب رات ہوئی
تو تمکو روضہ رسول مقبول پر لے چلون گا کہ مزار مبارک کی زیارت سے
مشرف ہو کر صبر کرنا۔ الغرض جب رات ہوئی حضرت علیؑ گھر مین آئے
حضرت سیّدہ کو دیکھا کہ روتے روتے بیہوش ہوگئین ہیں بعد چند ساعت
کے جب ہوش مین آئین حضرت علی آپکو روضے پر لائے جب روضہ انور
مین آئین۔ روئین اور کہا کہ آہ باپ کے فراق مین جو مصیبتین مجھ خستہ
جگر پر ہیں۔ اگر روز روشن پر ہون تو شب دیجور ہو جائے۔

مسدس

الفت خدا کے بعد حبیب خدا کی ہے
منصف کے آگے یہی ولا کبریا کی ہے
پروا نہ فاقہ کی نہ شکایت جفا کی ہے
ایذا فقط جدائی خیر الورےٰ کی ہے
اب و غذا کی فکر نہ سونے کا دھیان ہے
آنکھوں مین شکل باپ کی رونیکا دھیان ہے

اے مومنو زبانی فضہ ہے یہ بیان
گھر سے ہوا جنازہ پیمبر کا جب روان
بیٹھی کی بیٹھی رہگئین مخدومہ جہان
ایک ہفتہ رات دن رہین حجرے کے درمیان
دیکھا جوان جناب کی تو آنکھ بند ہے
آواز آہ آہ کی دل سے بلند ہے

بیٹے پکارتے ہیں کہ لللہ باہر آؤ
آمانہ اتنا رو و غلاموں پے رحم کھاؤ

نانا کے بعد بابا کے [illegible] غم ہو
سب اک طرف حضور کے بھی ہر ارغم ہو

ہمسائیاں یہ کہتی تھیں ائے عاشق پدر
دیدار مصطفی تو ہے موقوف حشر پر
انکی عوض تو ہی زیارت سے شاد کر
حجرے میں بیٹھی ہے یہ کہکر وہ نوحہ گر

اب میں ہوں اور ایک حقارت ہے صبا جہو
بابا موئے کی خاک زیارت ہے صباحہو

القصہ بعد ہفتہ کے دن اٹھوان ہوا
اور نیل پوش ظلمت شب سے جہان ہوا
یان ہر روج حجرہ ماتم عیان ہوا
اسطرح سے کہ مردہ کا سبکو گمان ہوا

یہ شکل ہو گئی تھی عزا میں رسول کی
پہچانی بیبیوں نے نہ صورت بتول کی

وہ وقت شام اور وہ اندہیرا ادہر ادہر
ششدر ہر ایک رہ گیا منہ دیکھ دیکھ کر
بیٹی نے آکے حجرے میں ڈہونڈا بچشم تر
چلائی ہر طرف کہ نکل جاؤں میں کدہر

ماں میری کیا ہوئیں میں قلق سے ملول ہوں
مٹ گئے نگار ہیں آپ میں ہی تو بتول ہوں

فضہ بیان کرتی ہے اسوقت کا یہ حال
دبلاپے سے ہوا تھا بدن صورت ہلال
ماتم کے نیل سینے پہ روتی سے آنکھیں لال
منہ زرد ہونٹ خشک پریشان سر کے بال

روتی چلیں مزار رسول انام پر
جسطرح شمع گور غریبان ہو شام پر

[illegible] گیا
طوفان نوح اشکون کے ڈہلنے سے ہو گیا

[illegible]
آدم زمیں پہ تڑپے لحد کانپنے لگی

قدسی تھے فرش عرش معلی کی آس پاس
دوزخ جدا غش میں ہیں مالک جدا اداس
تسبیح کی خبر تھی نہ تہلیل کے حواس
غلمان و حور و جن و پری پر ہجوم یاس

غل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہے فاطمہ
ہے ہے نبیؐ کی قبر پہ آتی ہے فاطمہ

رستے کے لوگ فضہ نے بڑھ کر ہٹا دیے
مردوں کے منہ پہ غش کے دامان اوڑھا دیے
ہمسائیوں نے غرفوں ہی پردے گرا دیے
سب نے چراغ اپنے گھروں کے بجھا دیے

کہتی تھی فضہ اون کے پدر کا یہ شہر ہے
نامحرموں نے بی بی کو دیکھا تو قہر ہے

طیبہ میں وقت شام یہ زہرا کا تھا ادب
القصہ آئی قبر پہ وہ کشتۂ تعب
دن کو پھرایا بلوہ میں زینب کو ہے غضب
صدمے سے جسکے ہلتی تھی قبر رسول رب

تربت کے گرد پھرنے سے طاقت جو گھٹ گئی
لیکر بلائیں قبر سے زہرا لپٹ گئی

مزار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر یہ لاڈلی بیٹی زار زار روتی ہیں اور اس طرح اپنے درد و الم اور اندوہ و غم کا اظہار کرتی ہیں

چلائی آہ وا ابتاہ وا محمدا
شاہوں کے شاہ وا ابتاہ وا محمدا
نور الہ وا ابتاہ وا محمدا
وا سیداہ وا ابتاہ وا محمدا

[illegible]

[illegible]

گذرے ہین آٹھ دن کہ زیارت نہین ہوئی — اس بے نصیب سے کوئی خدمت نہین ہوئی
منبر پہ سونا وعظ و نصیحت نہین ہوئی — مسجد میں کبھی نماز جماعت نہین ہوئی
حضرت کے منہ سے وحی خدا ابھی نہین سنی
جبریل کے پرونکی صدا ابھی نہین سنی

حجرہ وہی ہے گھر ہے وہی ایک تم نہین — تارہ وہی قمر ہے وہی ایک تم نہین
شب ہے وہی سحر ہے وہی ایک تم نہین — ہم ہے یہ بے پدر ہے وہی ایک تم نہین
دیتے ہیں سب دعا کہ ٹھہر جاے فاطمہ
اور فاطمہ یہ کہتی ہے مرجاے فاطمہ

تسلیم میری اے پدر نامدار لو — پھر بال بکھرے ہاتھون سے اپنے سنوار لو
راضی ہوں میں نہ گود مین بھی زینہار لو — مشتاق ہوں کہ فاطمہ کہکر پکار لو
پوچھو یہ تم مزاج تمہارا بخیر ہے
لونڈی کہے کہ حال جدائی سے غیر ہے

کس دلکو غم مین آپ کے آہ و فغان نہین — وہ آنکھ کونسی ہے جو آنسو روان نہین
وہ کون گھر ہے بین کا جسمین بیان نہین — امت پہ تم سا کوئی نبی مہربان نہین
خالق کے بعد بندون کے جو کچھ تھے آپ تھے
رانڈوں کے شوہر اور یتیمون کے باپ تھے

آسان لسپر کا داغ ہے مشکل پدر کا داغ — وہ کچھ دنون کا داغ ہے یہ عمر بھر کا داغ

... حضرت ہماری پیاری نانا ہو گئی

ہوگی وہ کون آنکھ جو غم میں نہ رو سکی

اور باپ بھی وہ باپ کہ سرتاج انبیا
روز ازل سے تا بہ ابد کل کا پیشوا
نور خدا جلال خدا رحمت خدا
بیٹی کے صدقے بیٹی کے بچوں پہ بھی فدا
کیونکر نہ اپنی موت مجھے اب قبول ہو
دنیا میں ایسا باپ نہ ہو اور بتول ہو

کیا سو رہے ہو قبر میں تنہا جواب دو
مولا جواب دو میرے آقا جواب دو
چلا رہی ہے آپکی زہرا جواب دو
دل مانتا نہیں میں کروں کیا جواب دو
بولو میں صدقے جاؤں بہت دل ملول ہوں
بابا بتول ہوں میں تمہاری بتول ہوں

پھرتے تھے جب سفر سے میرے پاس آتے تھے
فاقہ مرا جو سنتے تھے کیا کیا کھلاتے تھے
لونڈی سے بچے کبھی باہر نہ جاتے تھے
جو تو میں ناز کرتی تھی حضرت اوٹھاتے تھے
کیسی حقیر بعد رسول کریم ہوں
دُر یتیم تھی میں مگر اب یتیم ہوں

روایت ہے۔ کہ دنیا میں پانچ آدمیوں سے زیادہ کوئی نہیں رویا۔ پہلے حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے دور ہوئے یہاں تک روئے کہ دونو رخساروں سے دندان مبارک معلوم ہوتے تھے دوسرے حضرت یعقوب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں

[illegible] امام زین العابدین

حضرت امام حسین علیہ السلام کی تنہائی اور مصیبت پر اشکبار روئے کہ بعد واقعہ کربلا کے چالیس برس تک زندہ رہے لیکن کسی وقت بغیر روئے پانی نہیں پیا۔ اور کسی حال میں رونا نہ چھوڑا۔ اور یہ رونا تو ایسا رونا ہے کہ قیامت تک کے لئے باقی رہا۔ اس سانحہ پر تو زمین و آسمان شجر و حجر روئے اس حادثہ پر تو حور و ملک جن و بشر روئے اور حضرت سیدہ کا تو گریہ و بکا میں یہ حال تھا کہ

مسدس

منہ سے پدر کا نام لیا اور رو دیا
قرآن پڑھ کے ہدیہ کیا اور رو دیا
فرش نبی کی دیکھی ضیاء اور رو دیا
تکیوں کو سونگھا بوسہ دیا اور رو دیا
صرفہ نہ آہ میں نہ بکا میں نہ بین میں
بے غش ہوگئے افاقہ نہ تھا شور شین میں

آخر کو شور گریہ سے عاجز ہوئے عرب
حیدر کے پاس روکے فریاد لائے سب
کی عرض فاطمہ سے کہو اے ولی رب
یا سیدہ تمہاری رعیت ہے جاں بلب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہے
جو وقت ہے وہ آپ کے رونے کا وقت ہے

ماں باپ نے ہمارے بھی دنیا سے کی قضا
ہم تو نہ ایسے روئے نہ پیٹے نہ کی عزا
فرمایا مرتضےٰ نے کہ بتلاؤ تو بھلا
تم میں سے کس کا باپ ہوا ہے رسول سا

سمجھاتا ہوا ہیں خبر پیغمبر رسول کو

باہر سے مرتضیٰ گئے گھر سین جھکائے سر
دینے لگے پیام عرب شاہ بحر و بر
منہ ڈھانپ کے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش سیر
گھبرا کے بولی ہائے کروں کیا بین نوحہ گر

قابو میں گر ہو موت تو مر جاؤں یا علیؓ
بابا کا سوگ لیکے کدھر جاؤں یا علیؓ

میری طرف سے اہل مدینہ کو دو پیام
دو چار دن تمہارے محلہ میں ہے قیام
لوگو خفا ہو میری رخصت ہے صبح و شام
رونیکی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمام

دل جسکا مر رہا ہو اسے جینے سے کام کیا
بابا سدھارے مجھکو مدینے سے کام کیا

رونے میں اختیار نہیں بے پدر ہوں میں
امیدوار موت کی آٹھوں پہر ہوں میں
لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہوں میں
گر شام کو بچی تو چراغ سحر ہوں میں

ماتم ہے غیر کا کہ تمہارے رسول کا
کیوں تم کو ناگوار ہے رونا بتول کا

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سوائے باپ کی جدائی کے اندوہ و غم کے کوئی مرض نہ تھا۔ باپ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں لیکن ہر گھڑی ایسا درد و ملال تھا۔ کہ کبھی کسی نے آپکو مسکراتے بھی نہیں دیکھا۔ آخر کار اس غم جانکاہ نے یہ حالت کر دی کہ رونے پیٹنے کی طاقت طاق ہو گئی۔ اور تاب و توانائی نے بالکل جواب دیدیا۔

جنازہ کو کوئی نہ دیکھے اور کوئی نامحرم ان کو ...

ایک گھوارہ کا نقشہ کہیں دیکھ آئی تھی۔ ویسا گھوارہ آپ کے لئے طیار کر کے
پیش کیا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسکو ملاحظہ فرمایا اور بہت
پسند کیا۔ اور مسکرائیں۔ راوی لکھتا ہے کہ بعد وصال ان حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ایک بار قریب مرگ یہ گھوارہ دیکھکر حضرت
سیدہؓ مسکرائین ہین۔

روایت ہے۔ کہ حضرت علیؓ ایک روز باہر سے تشریف لائے۔ اور حضرت سیدہؓ
کو دیکھا کہ تھوڑا سا آٹا خمیر کر رہی ہین۔ اور تھوڑی ملتانی مٹی صاحبزادوں
کے سر دہونے کیواسطے بھگو رہی ہین۔ اور اُن کے کپڑے دہو رہی ہیں حضرت
علیؓ نے جو عادت کے خلاف دنیا کے کام میں حضرت سیدہؓ کو مشغول پایا تو
فرمایا کہ اے سیدہ میں نے تمکو کبھی کاروبار دنیا مین ایسا مصروف نہین
دیکھا جیسا کہ آج ایک دن میں تین کام کر رہی ہو جواب دیا کہ یا علی اب
زمانہ ہماری جدائی کا قریب ہے یعنی میں نے اپنے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سرہانے کھڑے ہوئے چاروں طرف
نگاہ کر رہے ہیں۔ جیسے کوئی کسی کا منتظر ہو۔ میں نے آپکا جمال باکمال
دیکھکر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور عرض کیا کہ باباجان آپ کہاں
تشریف رکھتے ہین اور اپنے پاس مجھے کیوں نہ بلایا۔ میرے باپ نے فرمایا
کہ جان پدر مین صرف تیرے انتظار میں ہون جلد آکہ اب مجھکو تیرا انتظار ہی
... اے علیؓ اب میں بہت جلد ...

[illegible] پچھ [illegible] کرونگی ۔ آنکھ سے لگاتی ہوں کہ

کل تم سب کے سب میرے غم میں مبتلا ہوگے۔ ایسا ہو کہ میرے دونو شہزادی
بھوک کی تکلیف اُٹھائیں اور کپڑے اسلیئے دہوتی ہون کہ میرے دونو لاڈلے
ایک دفعہ میرے ہاتھ کے دُہلے کپڑے اور پہن لیں نہ معلوم کل کو اون کی
خاطرداری اور نازبرداری کون کریگا۔ اور کون اُنکا سر دہوکر کنگھی کریگا
جیساکہ اس مسدس سے ظاہر ہے۔

اکدن نگاہ کرتے ہیں کیا شاہ لافتا
نہلا رہی ہیں بچوں کو بطمل کے دستِ پا

مطبخ ہے گرم آرد جو ہے گندہا ہوا
پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دہو کر جدا جدا

پوچھا کہ اتنے کام کا جو شغل آج ہے
اسوقت کیچھ بحال تمہارا مزاج ہے

بولیں کہ آج رات کو ہو جاؤنگی بحال
خدمت کا میرے بچون کی ہوگا کسے خیال

کل میرے کاروبار میں تم ہوگے خود نڈہال
نہلا دو ہلادیا کہ پریشان تھا انکا حال

کرتے بھی دہوے قوت بھی کل تک کا دے چلی
سہرا نہ باندہا ایک یہ ارمان لے چلی

کل ایک رات اور ہیں ہان وائے میرے لال
اب میری طرح آپکو اُنکا رہے خیال

بے مادری کی صبح ہے کل اور یہ خُردسال
اوجھل نہ ہونے پائیں تصدق یہ نونہال

حاسد کی چشم بد سے بچائے خدا انہیں
سُرمہ کی طرح آنکھ میں رکھنا سدا انہیں

مغرب تلک [illegible] اور ہے ماں انکے سر پہ اب
کل صبح سے کہینگے یتیم [illegible] ہے غضب

پروانہ رہتا میرے [illegible] | [illegible]

یہ دونو ہین سپر وجناب امیر کے
جوشن ہیں میرے آپ صغیر وکبیر کے

والی یتیم بچون کا ہوتا ہے دل جباب | چلا کے ان کی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنون کو انکی اپنے سوا ہوگا اضطراب | دل ان کے لینا ہاتون ہیں بیحد وبے حساب

زینت سے ہوشیار کہ نازون کی پالی ہے
اور دوسرے حسین کی یہ رونیوالی ہے

عرض دوم یہ ہے مجھے شبکو اوٹھائیو | اور قبر کا نشان نہ کسیکو بتائیو
تربت ہیں خود اوتاریو اور خود لٹائیو | پھر کانپ کر کہا کہ آلھی بچائیو

آنکھون کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی
موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھون سے گر گئی

مسلمانو عبرت کا مقام ہے کہ یہان تو مرتے دم تک دونو شہزادون کی یہ نازبرداری اور خدمت گذاری بلحوظ خاطر تھی اور وہان میدان کربلا مین حضرت امام حسین علیہ السلام کی وہ تکلیف کہ تین دن تک نہ دانہ نہ پانی اور سخت پریشانی جن عنبر فشان گیسوؤن کو اپنے ہاتھ سے کنگھی کر کے حضرت سیدہ خود سنوارا کرتی تہیں اونپر خاک وخون کا جمنا اور جسم نازنین کا زخمون سے چور چور ہونا کیسا قیامت خیز حادثہ ہے خاتون قیامت کا جنت ہیں کیا حال ہوگا اور حضرت علی علیہ السلام کی روح پرفتوح پر کیسا صدمہ گذرا ہوگا۔

... فرمایا تہا کہ جس وقت دونو شہزا

روضۂ رسول سے واپس آئیں اونکو علیحدہ مکان میں بٹھلانا اور اپنے ہاتھ سے کھانا

کھلانا تاکہ مجھکو اس تکلیف بیماری میں دیکھکر گھبرانہ جائیں۔ جسوقت دونون

نورعین تشریف لائے اسمانے اون کو الگ مکان مین بٹھلا کر کھانا پیش کیا تو

فرمایا کہ اے اسما تو نے کبھی دیکھا ہے کہ ہم نے اپنی مان بغیر کھانا کھایا ہے اسمانے

عرض کیا کہ اس وقت طبیعت حضرت بتول کی شدت سے علیل ہے تم کھانا کھالو

یہ سنتے ہی دونون شہزادے روتے ہوے اوٹھے اور حجرے پر آکر پکارے کہ

امان جان ہم کو کس پر چھوڑے جاتے ہو دروازہ کھلنے پر حضرت سیدہ نے دونون

صاحبزادون کو گود میں لیکر بہت پیار کیا اور پھر حضرت کے روضۂ منورہ پر پہونچوا

دیا اور دروازہ حجرے کا بند کر لیا۔

روایت ہے۔ کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی آزاد کردہ کنیز سلمیٰ نام کو اپنے پاس بلایا اور غسل فرما کر لباس فاخرہ پہنا

اور اپنے حجرے میں بچھونا بچھوایا اور بستر پر جا کر روبقبلہ ہوئیں اور وہ کافور

بہشتی جو حضرت نے مرحمت فرمایا تھا اسما سے طلب کیا اور فرمایا کہ مجھکو اسی لباس

مین جو میرے جسم پر ہے غسل دیکر قبر مین دفن کرنا اور برہنہ نہ کرنا یہ فرما کر اسما کو

رخصت کیا اور دروازہ حجرے کا بند کر لیا اور آپ مناجات مین مشغول ہوئیں

اسما حجرے کے در پر حاضر تھیں فرماتی ہیں کہ مین نے سنا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا بصد گریہ وزاری درگاہ باری مین یہ مناجات فرماتی تھیں کہ خداوندا

بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پدر بزرگوار میرے کے اور بطفیل ...

اشتیاق اور شوق دیدار رہبر ہے اور بحرمت نور دل قرۃ عینی اور جگر [illegible]
مجتبی امیر کے باپ کی امت گنہگار کو بخشدے اور رحم فرما اسی طرح امت عاصی کے
حق مین دعاے خیر فرماتی ہوئیں جنت الفردوس کو سدہاریں۔ قالو انا للہ و انا
الیہ راجعون۔ اسما نے دروازہ حجرے کا کھولکر دیکھا کہ حضرت خاتون قیامت
اس دار فنا سے دار البقا کی طرف روانہ ہوگئیں اسما غش کھا کر گر پڑیں اور باواز
بلند رونے لگیں پھر دونون شہزادے گھر میں تشریف لائے اور مان کے نورانی
چہرہ سے کپڑا اوٹھایا اور پیاری مان کی صورت دیکھ دیکھ کر بلک بلک کر روتے تھے

مسدس

ننھے سے سر کھلے تھے نہ سر پر تھیں ٹوپیاں
لکھا ہے جب قریب گئے مان کے نیمجان
کہتے تھے کچھ تو منہ سے نکلتا تھا ہائے مان
حسرت سے دیکھا مردے کا منہ اور یہ کی فغان

امان غلام آئے ہیں رخصت کیواسطے
جاتی ہو تم نبی علم کی زیارت کیواسطے

نانا جو پوچھیں خادموں کی خیر و عافیت
بابا کے قتل کی ہے نمازون مین مشورت
کہنا زمانہ خون کا پیاسا ہے بے دیت
نانا ہمارے دلکو اب کسکی تقویت

شفقت کا ہاتھ آپنے سر سے اوٹھا لیا
اک والدہ تھیں اونکو بھی تم نے بلا لیا

ہونے لگی وداع یہ کہکر وہ دردمند
عاشق نے لے لئے ہو رخصت نبی کی بیٹی

روحین یتیمونکی ہوا صدمہ تو ہل گئیں
باہیں گلے مین ڈالکے سب روتے مل گئیں

ہونے لگے وداع یہ کہکر وہ نیکنام ننھے سے سر جھکا کے کیا آخری سلام
پھر تو نہ فاطمہ کو رہی طاقت قیام تھرائیں یوں کہ بند کفن کھل گئے تمام

عاشق کو لینے ملے ہوئے کسطرح کل پڑے
فورا کفن سے دست مبارک نکل پڑے

باہیں گلے میں بیٹوں کے زہرا نے ڈالدیں اور سینے سے لپٹ گئے جھکا کر وہ نازنین
ہاتف نے دی علی کو ندا اے امیر دین روتے ہیں عرش و فلک پہ ملک ہلتی ہے زمین

تسکین عرش اعظم رب ہدا کرو
بیٹوں کو ماں کی نعش سے جلدی جدا کرو

منہ چوم کر یتیموں کا بولے یہ مرتضیٰ روتے ہیں سب ملائکہ اب ماں سے ہو جدا
فضہ پکاری بی بی کے اعجاز پر فدا بس عاشق حسین و حسن پیار ہو چکا

باہیں نکالو دفن میں اب دیر ہوتی ہے
آئی ندا کہ روح نہیں سیر ہوتی ہے

پھر تو ہر ایک کوچے میں محشر بپا ہوا اپنے پرائے آئے کہ ہے ہے یہ کیا ہوا
فضہ پکاری سیدہ کا واقعہ ہوا حجرہ بتول پاک کا ماتم سرا ہوا

چھاتی قلق سے دیکھنے والوں کی پھٹ گئی
منہ رکھ کے منہ پر ماں کے زینب لپٹ گئی

بھیا زمین پہ کوتے ہین ہم بھٹکتا رہو ۔ ہم اٹھو ٹھولدو لو بھیون کو فرا ہو

ہی ہی یہ چپکے رہنے کی کیا بات ہوگئی
نانا کا فاتحہ نہ دیا رات ہوگئی

الغرض حضرت سیدہ کی وصیت کے موافق اسما بنت عمیس نے آپکو غسل دیا اور دونون شہزادے پانی لاتے تھے اور مادرِ جان نثار پر ڈالتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام نے گھوارہ مین جنازے کو رکھکر نماز پڑہائی اور شب کو دفن کیا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیسری رمضان المبارک روز دوشنبہ بوقت شام وفات پائی۔

ور دو آل پہ اصحاب مصطفےٰ پہ درود
حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت وشہادت کے واقعات

کتب معتبرہ اور شواہد النبوت وغیرہ مین لکھا ہے کہ محامد اور فضائل حضرت آفتاب آسمان ولایت و ماہتاب فلک ہدایت امام المشارق والمغارب سیدنا و مولانا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے اسقدر ہین کہ امکان بشر نہین کہ اونکا عشر عشیر بھی بیان کر سکے اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اکثر آپ کے مدح خوان اور تمام اولیاء کرام آپکے نام پر دل وجان سے قربان ہین۔

روایت ہے آپکی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بیان کرتی ہین کہ جس حج کے لیے آئی تھی اور ابھی کعبہ کا

طواف پورا نہیں کیا تھا کہ تجھکو درد زہ معلوم ہوا اوسوقت میں ایک گوشے
میں الگ ہو گئی۔ وہان یہ گوہر درج ولایت اور اختر برج ہدایت پیدا ہوا
اور منادی نے ندا کی کہ اے فاطمہ بنت اسد۔ اس فرزند ارجمند کی عظمت تو
تجھپر ظاہر ہے کہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوا ہے اسکا نام تو علی رکھنا چار روز
بعد آپکی والدہ کعبہ سے آپکو اپنے گھر مین لائیں اور جناب رسول مقبول
صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم اوسی وقت آپ کے گھر مین تشریف لائے
حضرت علیؓ نے پہلے ہی جو آنکھ کھولی تو حضور کا ہی جمال باکمال دیکھا
اور ابھی اپنی والدہ کا دودھ نوش نہ فرمایا تھا کہ حضور نے اونکے منہ مین
اپنی زبان مبارک دی اور مدت مدید تک حضور کے لعاب دہن مبارک
سے سیراب اور آغوش مبارک سے فیضیاب ہوتے رہے یہان تک کہ
روز ولادت سے حضور کی وفات تک حضور ہی مین حاضر رہے حضور
نے آپکی شان مین لحمک لحمی اور دمک دمی فرمایا اور انا مدینۃ العلم
علی بابہا کے خلعت سے آپ کے قامت زیبا کو ممتاز فرمایا اور بہت
حدیثیں حضور نے آپکی شان مین فرمائی ہیں۔ پیشین گوئی۔
روایت ہے کہ ایک روز جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت
علی سے دریافت فرمایا کہ اے علی کچھ جانتے ہو کہ اگلی امتون مین سب سے
زیادہ شقی کون تھا اور اس امت مین سب سے زیادہ شقی کون ہے عرض
کیا کہ خدا اور اوسکا رسول بہتر جانتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اگلی امتون کا
بدبخت ترین وہ ہر دسرخ رنگ قوم ثمود مین سے تہا کہ جس نے ناقۃ اللہ کی

اچین کا مین تعیبی (قدار بن سالف) اور بدبخت ترین اس امت کا وہ
شخص ہے کہ تمہارے سر پر تلوار مار یگا یہانتک کہ تمہاری ڈاڑہی خون سے
رنگین ہوجائیگی اور اوسی زخم کاری سے تم شہید ہوگے چنانچہ جیسا حضو
نے فرمایا تھا وہی ظہور میں آیا۔ (پیشین گوئی حضرت علی کرم اللہ وجہ)

روایت ہے کہ۔ عبدالرحمن ابن ملجم قاتل حضرت علیؑ آپ کے لشکر میں رہتا تھا
اور اکثر لڑائیوں میں ہمرکاب رہا تھا ایک دن یہ ابن ملجم ایک تلوار قیمتی بہت
آبدار حضرت امیرالمومنین کے نذر کرنے کو لایا آپ نے وہ تلوار نہ لی اور یہ
فرمایا کہ تیرا مطلب اسی تلوار سے برآئیگا اور یہی تلوار تیرے ہاتھ سے ہماری
پر پڑیگی اوس نے جواب دیا کہ یا علیؓ آپ کی رفاقت میں مین نے اپنا وطن
چھوڑا اپنے تمام عزیز واقارب سے منہ موڑا یہ مجھسے کب ہوسکیگا کہ آپ کو
شہید کرونگا اور اگر ایسا ہی ہو تو آپ اسی وقت آپ سے پہلے میرے
دونون ہاتھ کاٹ ڈالیے کہ حرف تقدیر مٹ نہین سکتا حضرت امیر نے فرمایا شعر

سچ یہ فرماتے ہین جناب امیر
نہ مٹیگا نوشتۂ تقدیر

روایت ہے کہ ایکبار ابن ملجم ناری نے اپنی سواری کیواسطے حضرت امیر سے
گھوڑا طلب کیا آپ نے فوراً دیدیا اور فرمایا کہ یہی شخص مجھکو شہید کریگا
لوگون نے عرض کیا کہ آپ ہمکو قتل کر ڈالیے آپ نے فرمایا کہ اگر مین اسکو
قتل کردون تو مجھکو کون شہید کریگا۔

روایت ہے کہ جب زمانہ شہادت جناب امیر کا قریب ہوا تو آپ ایک رات
حضرت امام حسن علیہ السلام کے گھر اور ایک رات حضرت امام حسین علیہ السلام

ے شتر روزہ افطار فرمایا کرتے تھے اور تین لقموں سے زیادہ ہرگز نہ کھایا کرتے تھے

سبب شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہ

لکھا ہے کہ عبدالرحمن ابن ملجم اور برک تمیمی اور عمرو تمیمی یہ تینوں خارجی مکہ معظمہ
مین ایک جگہہ جمع ہوئے اور آپس مین مشورہ کیا کہ تین شخصون کو قتل کرنا
چاہیئے ایک امیر معاویہ اور دوسرے عمرو عاص اور تیسرے حضرت علیؓ القصہ
سترہوئیں تاریخ رمضان المبارک کو تینون صاحبوں کو شہید کرنے کی اون
تینون مردودوں نے صلاح ٹھہرائی اون مین سے دو بدبخت تو دمشق اور
مصر کو روانہ ہوئے اور ابن ملجم کوفے کو چلا راہ مین ایک عورت صاحب
جمال قوم خوارج سے تھی دیکھکر بیقرار ہوا اور جب بیقراری حد سے زیادہ
گذری تو اوس سے نکاح کا پیغام بھیجا اوس عورت نے کہا کہ میرا مہر تین ہزار
درم اور ایک غلام اور لونڈی اور علیؓ کا قتل ہے ابن ملجم نے یہ سب قبول کیا
اور کہلا بھیجا کہ مین خاص علیؓ کے قتل کرنے کو آیا ہوں الغرض رمضان المبارک
کی سترہوین تاریخ شب جمعہ کو بقول بعض اکیسوین تاریخ جو خاص شب شہادت
تھی مولائے کائنات حضرت مولا علی علیہ الصلوٰۃ عجیب حالت ذوق وشوق
مین تھے کبھی آسمان کی طرف نظر اوٹھاتے اور کبھی صحن خانہ مین آتے کبھی باہر
جاتے تھے کیسی رات تھی کہ آسمان پر چاند کا دل لالہ چمن کی طرح داغدار اور
تارے اشک یتیم کی صورت نمودار رات نے ماتمی لباس پہنکر اپنے اپکو ماتم ز
بنا یا سورج نے مغرب کے

پچھکر آنسو بھاتے تھے سنجر بجر اپنی شہادت کے اثر سے بیتاب ہو جاتے تھے
ذرہ ذرہ اوس آفتاب ولایت کے غم مین تارون کی طرح آنسو ڈبڈبا رہا تھا
قطرہ قطرہ آپ کے الم مین انکھون سے دریا بہا رہا تھا حضرت امیر علیہ السلام
کو اوس رات کو اپنی شہادت کا حال معلوم تھا رات کی اور اسی دیکھکر فرماتے
تھے واللہ نہ مین جھوٹا ہون اور نہ مین نے جھوٹی بات کہی ہے یہ تو وہی
رات ہے جسکا اللہ پاک نے مجھہ سے وعدہ وصل فرمایا ہے چونکہ شوق شہادت
جناب امیر کو دامنگیر حال تھا اور وصال معشوق حقیقی کا دل مین خیال تھا
اسلئے تمام رات مصلے پر سرنگون یاد معبود مین ایسے خوش حال رہے کہ نہ خنجر
قاتل کی خبر نہ ابن ملجم کا خیال ہر موئے تن زبان شکر ہوکر گویا ہو رہا تھا میدان
رضا و تسلیم مین قدم جما ہوا تھا صبح صادق کے وقت حضرت امیر علیہ السلام
بحکم قضا و قدر مصلے سے اوٹھے اور مسجد کا قصد فرمایا بطون نے قریب ظاہر
ہوکر غل مچایا گھر کے لوگ اون جانورونکو ہٹانے لگے آپ اون لوگون کو منع فرمانے
لگے کہ انکو نہ ہٹاؤ یہ میرے فراق مین نوحہ گر اور میری جدائی مین چشم تر ہوتے
ہین الغرض گھر سے باہر تشریف لائے اور الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے ہوئے
مسجد مین رونق افروز ہوئے یہان تو کلمہ شہادت زبان پر جاری اور نماز
کی تیاری اور وہان ابن ملجم نے خنجر کو آب زہر سے بجھایا اور آپ کے قتل کرنیکو
آیا مسجد مین امیر علیہ السلام نے ابھی سجدہ آخر ادا نہ فرمایا تھا کہ قاتل مردود نے
خاص خانہ خدا مین خنجر چلایا ظالم نے آپکی نورانی پیشانی پر ایسی تلوار ماری

فرمایا کہ الحمد للہ مین اپنی مراد کو پہونچا۔ اور جو میری تمنا تھی وہ پوری ہوئی۔
جسوقت یہ خبر تمام شہر اور ساری خلقت مسجد مین آکر جمع ہوئی آپکا یہ حال
دیکھکر مسجد مین ایک شور قیامت برپا ہوگیا اور دونون صاحبزادے حضرت
امام حسن اور امام حسین علیہ السلام روتے ہوئے مسجد مین تشریف لائے اور
حضرت علی علیہ السلام کو دولت سرا مین اوٹھا کر لائے تمام مسلمانون کا سانحہ
قیامت خیز اور حادثہ حیرت خیز سے دل پاش پاش ہوگیا اور قاتل کو تلاش
کیا آخرکار ابن ملجم ناری گرفتار ہوکر آیا مسلمانوں نے اوسکو جان سے مارنیکا
ارادہ کیا۔ یہان شفقت اور رحمت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کی دیکھنا
چاہئے کہ لوگون سے فرمایا کہ ابن ملجم کو ہرگز قتل نہ کرنا بلکہ جب تک مین زندہ
رہون قید مین رکھو جس صورت مین کہ مین زندہ ہون مجھکو انتقام کا اختیار
ہے اور تم لوگ کسی طرح کی اذیت اوسکو ہرگز نہ پہونچاؤ اور جو کچھ کھانا
میرے واسطے تیار کرو اوس مین سے پہلے اوسے کھلاؤ بعد مین میرے
سامنے لاؤ مین نہین چاہتا کہ کسی ذی روح کو میرے سبب سے آزار پہونچے
راوی لکھتا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے زخم کاری سے جس وقت
خون کثرت سے جاری ہوا اوس وقت آپکو پیاس معلوم ہوئی دونون
شہزادون نے دفع تشنگی کے لئے شربت کا پیالہ لاکر پیش کیا آپ نے ارشاد
فرمایا کہ بہ نسبت زخمی کے قاتل کو بہت پیاس ہے پہلے یہ شربت ہمارے
قاتل کو پلاؤ بعد مین ہمارے سامنے لاؤ۔ اللہ اللہ کیا شان کریمی و رحیمی ہے

تضمین

جبکہ پیشانی علیؑ پے لگا — خنجر ابن ملجم ناری
آیا وہ زخم شہ کے ماتھے پر — ہوا فوارہ خون کا جاری
کرلیا قید ابن ملجم کو — مومنون نے بذلت خواری
پیاس مین شربت آیا جب شہ کو — کہا شہ نے بخلق و غمخواری
میرا قاتل ہے قید مین پیاسا — کرتا ہے آہ نالہ و زاری
پہلے اوسکو پلاؤ یہ شربت — پیچھے دو مجکو ہے یہ دینداری
جبکہ ہے دشمنون پے یہ اکرام — دل تیرے صدقے جان تیرے واری

دوستان را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری

بعد اوسکے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سبکو اپنے پاس بلایا اور اپنے دونون شہزادون کو اپنے پاس بٹھایا اور جو کچھ علم معرفت اور حقیقت سینہ بسینہ چلا آتا تھا عطا فرمایا اور بہت سی وصیتین فرما کر اپنی رحلت کا حال سنایا پھر دفعتہً آپ نے کلمہ طیبہ - لا الہ الا اللہ - محمد الرسول اللہ پڑھ کر آنکھین بند کرلین اور راہی جنت الفردوس ہوئے قالو انا للہ و انا الیہ راجعون -

آغاز شہادت حسین مشتمل بر شہادت حسین علیہ السلام

معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا اور اونکی اولاد سے تخت زمین کو

آباد کیا اور ہر قوم پر ایک ایک نبی روانہ کیا کہ انتظام عالم مین کسی طرح کا خلل نہ
پڑے بعد سب کے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کو رونق افروز
فرمایا اور تمام نبوت اور رسالت کے مراتب سے آپکو مختار کیا تاکہ کوئی کمال آپکی
ذات والاصفات سے باقی نرہے حسینون کی کل خوبیاں لیکے آئے حبیبون کی
محبوبیان لیکے آئے. سوائے مرتبہ شہادت کے اور یہ اسلیئے کہ یہ آپکی شان
بلند شان کے خلاف تھا کیونکہ شہادت دو قسم کی ہے ایک خفی اور ایک جلی
اگر حضور خفی کا مرتبہ حاصل فرماتے تو دیگر خلفائے راشدین کی طرح شہید ہو جاتے
اور اگر شہادت جلی کی لذت اوٹھاتے تو ظاہر بین نگاہون کے لئے ایک قسم کا
ہتک نبوت ہوتا اور مشیت الٰہی یہ چاہتی تھی کہ کوئی کمال ظاہری اور باطنی
اور رتبہ خفی و جلی اس عالی خاندان سے باقی نہ رہجائے اسواسطے یہ ترکیب کی کہ
اہل بیت مین سے جنکا کمال آپکا کمال اور جنکا جمال آپکا جمال ہو اور صورت
و سیرت مین کچھ فرق نہو یعنی دونون شاہزادے حضرت امام حسن و امام حسین
علیہم السلام کو کہ جو بمصداق حدیث صحیح. کہ بڑے شہزادے سر سے ناف تک
اور چھوٹے صاحبزادے ناف سے پاؤن کے ناخن تک جناب رسول مقبول صلی اللہ
علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے بالکل ہمشبیہ تھے انتخاب کیا

یہ اللہ نے شان وحدت دکھائی	محمد کی تصویر تھے دونون بھائی
خفی و جلی کی وہ شان شہادت	عجب شان سے شان احمد مین آئی

اور امتحان کے میدان مین دونون کو لاکر امتحان لیا اور رضا و تسلیم مین کماحقہ
[illegible] شہزادے امام حسن علیہ السلام کو رتبہ شہادت خفی عطا ہوا

کہ جو پوشیدہ طریقے پر ہوئی ایسی تھی کہ نہ کبھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم
نے زبان مبارک سے فرمایا اور نہ کبھی جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر یہ ذکر آیا
یہانتک کہ خود حضرت امام حسن علیہ السلام نے بھی قاتل کا نام تک بھائی کو نہیں
بتایا اور شہادت جلی وہ ہے کہ جسکی بنیاد شہرت اور اعلان علی العام پر رکھی تھی
یہانتک شہرت ہوئی کہ پہلے وحی الٰہی مین یہ ذکر آیا پھر کل فرشتون مین
مشہور ہوا یہانتک کہ حضور اقدس نے بھی متواتر اسکا ذکر فرمایا بلکہ حضرت
اُمّ سلمہ کے پاس کربلا کی خاک شیشہ میں رکھوائی اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
نے اکثر اصحاب کو وہ زمین مقتل دکھلائی اسیکا نام شہادت جلی ہے کہ آدمی
راہ خدا مین قتل کیا جائے اور مال اوسکا لوٹ لیا جائے اور میدان مین نعشین
پڑی رہین اور اکثر عزیز و اقارب اپنے سامنے شہید ہو جائیں اور ننھے ننھے بچے
دانہ اور پانی کو ترسین عورتین قید مین گرفتار ہون سو یہ سب مصائب جناب
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے شہزادے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عطا ہوئے

حضرت امام حسن علیہ السلام کے واقعات

کیا خلق حسن تھا حسنؓ سبز قبا میں	کیا خوب فضائل تھے شہ ارض و سما میں
سر سجدۂ حق مین تو قدم راہِ وفا مین	دل یادِ خدا مین تو زبان ذکرِ خدا مین

ان کے لئے قرآن تھا وہ قرآن کی خاطر
سینہ سپر حفظ تھا ایمان کی خاطر

منظور نظر اُنکو تھی ہر دم پہ عنایت
اور دست گہربار کو دستور سخاوت

رفتار نے یہ سہل کیا تھا رہِ دین کو
عینک تھا ہر اک نقش قدم اہل زمین کو

آنکھون کی سفیدی و سیاہی کو کہوں کیا
ہر دیدہ انور تھا پسندیدہ دنیا
دیکھو سحر و شام تو سیری ہو اصلا
تھا صاف سفیدی و سیاہی سے یہ پیدا

دنیا مین جو کچھ ہوتا تھا ہر شام و سحر مین
وہ حال شب و روز تھا سب انکی نظر مین

دندان جو گوہر تھے دہن معدن گوہر
پھر زہر سے ٹکڑے جو کلیجا ہوا یکسر
تقریر تھی سلک دُر شہوار سے بڑھکر
اور لخت جگر منہ سے نکلنے لگے باہر

یاقوت سے ہر لخت جگر سرخ ہوا تھا
اُسوقت دہن معدن یاقوت بنا تھا

ہے نام حسن ۔ حُسن میں وہ چہرہ اسلام
اُس خاصۂ اللہ کا ہر گام تہا یہ کام
مشتق حسنات ابدی سے یہ ہوا نام
ہر خاص تھے اور عام تھے سب مورد انعام

آنکھون مین حیا زور ید اللہ بدن مین
موجود تھے کیا کیا حسنات ایک حسن مین

روایت ہے کہ شہنشاہ زمن حضرت امام حسن علیہ السلام نے پندرہ حج پیادہ پا کیے ہر بار مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک پیادہ آتے تھے اور آپکے گھوڑے کوتل آگے آگے چلے جاتے تھے اور دو بار تمام مال و اسباب گھر کا خدا کی راہ مین دے ڈالا اور

روایت منظوم

طفلی میں حسن کھیلتے تھے بچوں کے ہمراہ ۔ وارد مع اصحاب محمدؐ ہوئے ناگاہ

خوش ہو کے بڑھے سوئے حسن سید ذیجاہ ۔ نانا سے عجب ناز ادا سے نے کیا واہ

دو ہاتھوں سے پھیلا کے پکڑتے تھے خلف کو

اور دوڑتے پھرتے تھے حسن چار طرف کو

حضرت سے یہ ہنس ہنس کے حسن کہتے تھے پیہم ۔ نانا بھلا پکڑو تو ہمیں دوڑ کے اسدم

حضرت بھی فرماتے تھے ہو کو خوش و خرم ۔ جاتے ہو کہاں دیکھو پکڑتے ہیں تمہیں ہم

نانا سے پھر اس بات کا اقرار کر دیکھو تم

پکڑیں جو تمہیں ہم تو ہمیں پیار کرو تم

القصہ کئی بار تو دل اونکا بڑھایا ۔ پھر دوڑ کے گود میں نواسے کو اٹھایا

ہنسکر کہا ہمنے تمہیں پایا کہ نہ پایا ۔ وہ بولے کہ گودی میں تو میں آپ ہی آیا

بوسے دیے حضرت نے نواسے کے دہن پر

پھر سوچ کے کچھ رونے لگے حال حسن پر

بچپن میں گئے پندرہ حج شہ نے پیادہ ۔ اللہ رے توانائی اور اللہ رے ارادہ

اور برہنہ پا ہی گیا عالم کا خو زادہ ۔ تا خانۂ معبود کا رتبہ ہو زیادہ

پایان عبادت ہے نہ کچھ جود و سخا ہے

یہ اس سے زیادہ ہے تو وہ اس سے سوا ہے

ایک شاہ [illegible] کا [illegible] ایک [illegible] کر نکا [illegible] ایک عورت [illegible] شعت

نام کی یزید پلید نے اُس عورت کو خفیہ پیغام بھیجا کہ مین تجھپر مدت سے
فریفتہ ہوں اور تیرے فراق مین بہت بیقرار ہوں اگر مجھ سے تو نکاح کرلے تو
لاکھ درم مہر کے ادا کردن اور علاوہ اس کے بہت سا مال و اسباب دون
بشرطیکہ تو اپنے شوہر امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کردے اُس عورت
نابکار مردودہ کردگار نے مال و زر کی طمع مین اگرچہ چھ بار حضرت امام علیہ السلام
کو زہر دیا لیکن آپکی کرامات کے باعث اثر زائل ہوگیا ساتویں مرتبہ اوس
سنگدل نے حضرت زہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لعل کا دل پارہ ہاے الماس
سودہ سے پارہ پارہ کرڈالا حضرت امام حسن علیہ السلام کو جس وقت اثر اوس زہر ہلاہل
کا معلوم ہوا فوراً حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور اپنی رحلت
کا حال سُنا کر کہا کہ اے بھائی اب مجھکو تمہاری بیکسی اور تنہائی پر رونا آتا ہے
کیونکہ رات کو مین نے اپنے نانا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
اور والدین کو خواب مین دیکھا ہے کہ بہشت میں مجھکو اپنے ساتھ لئے ہوئے
سیر کراتے ہیں اور نانا جان مجھ سے فرماتے ہین کہ اے حسنؑ خوش ہو کہ تو نے
دشمنون کے ہاتھ سے نجات پائی اور کل رات کو تو ہمارے پاس آجائے گا
اور یہاں بہشت میں آرام پائیگا پس یہ خواب دیکھکر تشنگی غالب ہوئی اور
رات کو اس کوزے میں سے پانی پیا کہ اُس پانی نے میرا دل و جگر ٹکڑے ٹکڑے
کردیا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ آپ بھی اُس کوزے کا پانی
پی لین اور بھائی کے ساتھ ہی جان دیدین مگر فوراً حضرت امام حسن علیہ السلام نے
بھائی کے ہاتھ سے کوزہ چھین لیا اور زمین پر پھینکدیا جس جگہ وہ پانی گرا وہ

زمین شق ہوتی اوس وقت امام حسین علیہ السلام کو ناامیدی مطلق ہوتی کہ ابکی بار بھائی کا اس زہر سے جان بر ہونا محال ہے اور یہ ہی اُس خواب کی تعبیر ہے کہ اب قریب وقت انتقال ہے۔

روایت ہے۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھائی سے پوچھا کہ کس نے تمکو زہر دیا ہے حضرت امام حسن علیہ السلام۔ نے پوچھا کہ کیا تم اوسکو جان سے مارا چاہتے ہو اونھون نے جواب دیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ اگر وہی میرا قاتل ہے جو میرے گمان مین ہے تو خداوند تعالی انتقم حقیقی ہے وہی قیامت مین بدلا لیگا اور اگر وہ قاتل نہین ہے کہ جس پر میرا شک ہے تو مین یہ نہین چاہتا کہ کسی بیگناہ کو میرے واسطے قتل کیا جائے۔ شعر۔

صابر ہین تو کیون خون کا قاتل سے عوض لین	یہہ زہر ہلاہل کف شبیر مین نہین ہے

الغرض دمبدم حضرت امام حسن علیہ السلام کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا اور دل و جگر کٹ کٹ کر تے کی راہ سے آتا تھا۔

مسدس

بیتاب ہر اک سمت لگے دیکھنے مولا	زینب سے کہا والدہ قاسم کی ہے کس جا
رو کر کہا زینب نے کہ ہیں حال کہوں کیا	تم جانتے ہو زہر یہ جسنے دیا بھیا

اے مادر قاسم کو بڑی شرم و حیا ہے
اک حجرے مین بیٹھی ہوئی مشغول بکا ہے

کہتی ہے کہ ہیں زینب و کلثوم تو خو ہر	سب جانتے ہیں انکو جو ہے عشق برادر

اک تیر ہوں اس شہر میں پیاس میں مضطر ثابت کوئی اب تک نہوا قاتل سرور

موت اپنی طلب کرتی ہو اسدم وہ خدا سے
تم زہر سے مرتے ہو وہ مرتی ہے حیا سے

شہ بولے اوسے شرم ہو کیا لاؤ مہر پاس زہرا کی بہو ہے نہ ہوسے کبھی بے آس
زینب جو اوسے سامنے لے آئی بصد یاس حضرت نے کہا تجھکو ہی کس بات کا وسواس

تو اہل وفا صاحب توقیر ہے بی بی
فرزند ترا فدیۂ شبیر ہے بی بی

قاتل کو نہ تبلاؤ نگا میں گوکہ ہو معلوم سمجھیگا اوسے روز جزا قادر قیوم
تقصیر تری کیا ہے تو ہے کس لیے مغموم شرمندۂ احسان ہے تیرا سیدہ مسموم

زہرا کی سخاوت پہ تو اسوقت عمل کر
تقصیر تو تجھ کی ہو حسن نے وہ بجل کر

وہ کہنے لگی آپ تو معصوم ہیں آقا عصیاں سے بھی ہیں پاک خطا سے بھی مبرا
لونڈی سے یہ فرماؤ کہ میں نے تجھے بخشا اب ہاتھ میں شبیر کے تم ہاتھ دو میرا

مجھکو تو فقط خاک نشیں ہونا ہو صاحب
بچے مرے کم سن ہیں یہی رونا ہو صاحب

شہ نے کہا کر دیتا ہے اللہ سب آسان ہاں کاغذ و دوات و قلم لاؤ تم اس آن
کچھ کہنا ہے قاسم سے مگر ہو ابھی ناداں بچپن کی وصیت کا یہ شاید نرکھے دھیان

لکھکر اوسے دے جاؤں جو قسمت کا لکھا ہو
ورنہ ابھی واقعہ اک اور بڑا ہے

جب کاغذ و دوات و قلم سامنے آیا | کچھ شہ نے لکھا اور اوسے سب سے چھپایا
رونے لگے اور پیار سے قاسم کو بلایا | وہ نامہ دیا ہاتھ میں اور رو کے سُنایا

ترپوں گا لحد میں نہ مجھے رونا نہ میری جان
یہ خط ہے بڑے کام کا کھونا نہ میری جان

اس حرف کے کہتے ہی یہ رقت کا ہوا جوش | کہنے کا رہا ہوش نہ رقت کا رہا ہوش
رو رو کے ہوئے غش حسنؑ سبز قبا پوش | سب نوحہ گروں میں یہ ہوا شور کہ خاموش

شبیر سے زینب نے کہا بھائی یہ کیا ہے
مضمون غضب کا کوئی اس خط میں لکھا ہے

تم ہاتھ سے قاسم کے ذرا لے کے پڑھو تو | مضمون کو دریافت کرو نامہ کو دیکھو
شبیر نے فرمایا مناسب نہیں مجھکو | آجائے ذرا ہوش میں بھائی میرا خوشخو

بے حکم حسنؑ مجھسے یہ کس طرح عمل ہو
مرتے ہوئے بھائی کی اطاعت میں خلل ہو

آنکھیں شہ مظلوم کی غش سے جو ہوئیں وا | تب باندھ کے ہاتھوں کو یہ شبیر نے پوچھا
مشتاق ہوں اس نامے میں کیا تم نے ہے لکھا | حضرت نے کہا درد کے مضمون ہیں سراپا

لکھنے میں جگر پھٹتا تھا پڑھنے میں بھی غم ہے
وہ اس میں رقم ہے جو مقدر میں رقم ہے

یہ نامہ تمہارے ہی تو پڑھنے کو دیا ہے | پڑھ لیجیو اس نامے کو جو اس میں لکھا ہے
کیا ظالموں نے آکے تمہیں گھیر لیا ہی | پانی تو ابھی بند نہیں تم پہ کیا ہے

پڑھنا تم اسے معرکہ کرب و بلا میں

پھر سوچ کے کچھ بولے جو مرضی تمہاری	شبیر نے خط کھولا تو رقت ہوئی طاری
زینب نے کہا بھینا ہوئی جاتی ہے واری	چلا کے پڑھو بیبیاں مشتاق ہیں ساری

شہ بولے یہ مضمون عیاں کر نہیں سکتا
تم سُن نہ سکوگی میں بیاں کر نہیں سکتا

لکھا ہے مجھے دشت شہادت کو جو جانا	اک رات کا دولہا مرے قاسم کو بنانا
ملبوس شہانا مرے بیٹے کو پہنانا	اور صبح کو کردیجیو میدان کو روانا

کربلا میں حضرت قاسم کی	قاسم کو یہ لکھا ہے میں قربان تمہارے	صرف شیعہ صاحبان کے یہاں ہے
شادی کی روایت مصنوعی ہے اور	وہ کرنا کہ راضی ہوں چچا جان تمہارے	سُنی صاحبان کے یہاں نہیں ہے

راوی لکھتا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام کو بیقراری حد سے زیادہ ہوئی اور رنگ رخسارۂ گلگون کا سبز ہونے لگا تو آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ آپ مرے چہرہ کا رنگ کیسا ہے سب نے رو کر کہا کہ پارہ الماس کے اثر سے سبز زمرد کی طرح ہوگیا ہے آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بھائی حدیث معراج نبوی ظاہر ہوئی یعنی جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی تھی اور جنت میں سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے تو دو قصر بہشت میں ملاحظہ فرمائے تھے ایک سبز زمرد کا دوسرا سرخ یاقوت کا رضوان سے پوچھا کہ یہ دونوں جواہرین قصر کس کے لیے ہیں سر رضوان نے شرم سے جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ
[illegible] حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین

علیہم السلام نے لیے ہیں آپ نے فرمایا کہ رنگ جدا جدا کس واسطے مقرر ہوئے ہیں

جبریل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قصر سبز زمردین بڑے صاحبزادے حضرت

امام حسن علیہ السلام کیواسطے اسلئے تجویز ہوا ہے کہ بعد آپ کے لوگ انکو زہر دینگے

اور وقت رحلت ان کے چہرہ مبارک کا رنگ زمردین ہو جائیگا اور چھوٹے

صاحبزادے حضرت امام حسین علیہ السلام کو دغا سے میدان کربلا میں بلا وینگے

اور تیغ ظلم سے شہید کر کے خون میں نہلا وینگے سو بھائی اب چہرہ کا رنگ

سبز ہو جانا دلیل رحلت ہے اور یہی اپنا وقت مفارقت ہے۔ حضرت

امام حسین علیہ السلام کا یہ حال سنکر ضبط گریہ نہو سکا بے اختیار رونے لگے انکو

رونے سے جسقدر لوگ گھر میں تھے سب رونے لگے۔ حضرت زینب اور کلثوم

اور فرزندان مغموم اوس وقت بیقرار اور رنج والم سے اشکبار تھے امام حسن

علیہ السلام نے غش سے کچھ افاقہ پاکر حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ

اے بھائی میں نے بہنوں اور فرزندوں اور گھر کے سب خورد و کلان کو تمہارے

سپرد کیا اور تمکو خدا کو سونپا یہ فرمایا اور کلمۂ شہادت زبان پر جاری ہوا اور

اونتیسویں تاریخ ماہ صفر کو آدھی رات کے وقت اس سرائے فانی سے عالم

جاودانی کو رحلت فرمائی انا للہ و انا الیہ راجعون۔

	درود آل پہ اصحاب و مصطفے پہ درود حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود	

اب حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیکسی اور تنہائی کے تصور سے کلیجہ شق ہوا

اک سمت تھے عباس کھڑے چاک گریبان	اک سمت تھی قاسم کے زلفونکو پریشان
اکبر کے یہ تھا ورد زبان ہائے چچا جان	افلاک و زمین ہلتے تھے محشر تھا نمایان

نالہ تھا عجب درد سے شاہ شہدا کا
تھرآتا تھا لاشہ حسن سبز قبا کا

حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ مین آنا اور حضرت مسلم بن عقیل کا کوفہ کو روانہ فرمانا

روایت ہے کہ جب امیر معاویہ کا انتقال ہوا اور اوسکا بیٹا یزید پلید تخت سلطنت پر بیٹھا تو اوسنے ہر اقلیم مین اپنی بیعت کے لئے نامے لکھے اور ایک نامہ ولید حاکم مدینہ کو لکھا مضمون یہ تھا کہ خلیفہ روئے زمین یعنی معاویہ نے اس عالم فانی کو چھوڑا اور بجاے اوسکے مین حاکم تخت نشین ہوا۔ پس حسین ابن علی علیہ السلام اور عبد اللہ ابن عمر اور عبد الرحمن وغیرہ سے میری طرف سے بیعت لینا اور اگر یہ لوگ انکار کرین تو فوراً اون سب کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدو اوس زمانہ مین حضرت امام حسین علیہ السلام اکثر اوقات روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاکر تمام رات اللہ پاک کی عبادت کیا کرتے تھے جب یہ نامہ ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کے پاس پہونچا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو سنایا گیا تو انہون نے بیعت سے انکار کردیا کیونکہ یزید پلید فاسق و فاجر اور ستمگار تھا اور بدستور قدیم جد بزرگوار کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے اور وہان رات کو جناب رسول

تو میدان کربلا میں بے یار و مددگار اپنا گلا کٹائیگا اور ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہو جائیگا اے میرے فرزند یہ لوگ قیامت کے روز میری شفاعت سے محروم رہینگے اور تیرے ماں باپ جنت مین تیرے منتظر ہیں اور بہشت تیرے واسطے آراستہ ہو رہی ہے جسوقت امام عالی مقام نے یہ خواب دیکھا رضائے خالق پر دلکو مضبوط کیا اور شوق شہادت دل مین پیدا ہوا پھر تو یکبارگی شعبان کی چوتھی تاریخ کو مدینہ سے مکہ معظمہ کی تیاری کردی۔

مسدس

فرزند پیمبر کا مدینے سے سفر ہے
درپیش ہے وہ غم کہ جہان زیر و زبر ہے
سادات کی بستی کے اجڑنیکی خبر ہے
گل چاک گریبان ہیں صبا خاک بسر ہے
گل وصفت غنچہ سربستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورت گلدستہ کھڑے ہین

آراستہ ہین بہر سفر سرو قبا پوش
یاران وطن ہمسے تے ہیں پاس ہین ہم آغوش
عمامے سرون پر ہین قبائیں بسر دوش
حیران کوئی تصویر کی صورت کوئی خاموش
منہ ملتا ہے رو رو کے کوئی سرور کے قدم پر
گر پڑتا ہے کوئی علی اکبر کے قدم پر

رخصت کیلیے لوگ چلے آتے ہین پیہم
ایسا نہیں اگر کوئی کہ جس میں نہیں ماتم
ہر قلب حزین ہے تو ہر اک چشم ہے پرنم
غل ہے کہ چلا وہ پسر مخدومہ عالم

خدام کھڑے پیٹتے ہیں سر بھی کے
روضے پہ اودھم ہے رسول عربی کے

ہے جب سے کھلا حال سفر بند ہے بازار
خاک اڑتی ہے ویرانی طیبہ کے ہیں آثار
یہ جنس غم ارزان ہے کہ روتے ہیں دوکاندار
ہر کوچے میں ہے شور کہ ہے ہے شہ ابرار

اب یاں کوئی والی نہ رہا آہ ہمارا
جاتا ہے مدینے سے شہنشاہ ہمارا

گرمی کے یہ دن اور پہاڑوں کا سفر آہ
رستے کی مشقت سے نہیں ہیں ابھی آگاہ
ان چھوٹے سے بچوں کا نگہبان ہے اللہ
انکو تو یہ لیجاتے ہیں سفر میں شہ ذیجاہ

قطرہ بھی دم تشنہ دہانی نہیں ملتا
کوسوں تلک اس راہ میں پانی نہیں ملتا

منہ دیکھ کے صغرا کا چلا آتا ہے رونا
جھولا یہ کہاں اور کہاں نرم بچھونا
آرام سے مادر کی کہاں گود میں سونا
لکھا تھا اسی سن میں مسافر نہیں ہونا

ڈر ہے کہیں گھبرا کے دم اسکا نہ نکل جائے
تدبیر ہو ایسی کہ وہ بیمار سنبھل جائے

روایت ہے کہ حضرت فاطمہ صغرا رضی اللہ تعالی عنہا بیمار تھیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ ایسی حالت میں سفر کی تکلیفیں اس سے نہ اٹھ سکینگی یہ بچی یہیں رہے سفر میں نہ جائے تو بہتر ہے لیکن بچوں کی ہٹ تو مشہور ہے وہ بھی بیماری کی حالت میں جبکہ یہ سمجھ لیا کہ تمام کنبہ مدینے سے رخصت ہو رہا ہے سخت تشویش میں تھیں کہ ایک تو علالت دوسرے تنہائی اور پھر کیسے ایسی حالت میں

تو ان جہر کبیر کی خبر لیگا اور اگر دم قتل کیا تو کون تھمتا ہے وہ ماے گا سخت پریشان تھی اور اپنے پیارے بابا جان سے زار زار روکر اسطرح زبان حال سے عرض کرتی تھی

نوحہ

عرض کرتی تھی رو رو کے صغرا مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا
چھوڑے جاتے ہو یان کس پے تنہا مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

ہین مدینے کی سنسان گلیان یان برادر نہ خواہر نہ اماں
کون بیکس کو دیگا دلاسا مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

تم سے کوئی سواری نہ لونگی کربلا تک مین پیدل چلونگی
اب جدائی نہین ہے گوارا مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

اپنے محمل تو ٹھہرائیگا آوگے کب یہ فرمائیگا
بے تمہارے رہونگی نہ زندہ مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

کون فریاد و زاری سنیگا کون بیکس کو تسکین دیگا
مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

راستے مین گرا ہون تو کہنا کچھ دوا تم سے چاہون تو کہنا
اب نہین ہون مین بیمار حاشا مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

گھر مین کس طرح تنہا رہونگی مین تو اصغر کو جانے نہ دونگی
یا تو اسکو بھی چھوڑو یہین یا مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

کیا لکھون غم کا اک فسانہ ہوگیا قافلہ سب روانہ

رہتی تھی ہمیشہ [illegible] مضطر اب مجھکو لیتے چلو ساتھ بابا

یہ کہہ کہہ کر زار زار رو رہی تھی کہ غشی طاری ہو گئی سب گھبرا گئے بچے کی ماں کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے وہ بیقرار ہو گئیں اور رونے لگیں اور بیتاب ہو کر

سنکر یہ سخن بانو سے ناشاد پکاری — میں لٹتی ہوں کیسا سفر اور کیسی سواری
غش ہو گئی ہے فاطمہ صغرا مری پیاری — لے بس کیلئے کرتے ہیں سب گریہ و زاری

اب کس پہ میں اس صاحب آزار کو چھوڑوں
اس حال میں کسطرح سے بیمار کو چھوڑوں

چلاتی تھی کبرا کہ بہن آنکھ تو کھولو — کہتی تھی سکینہ کہ ذرا منھ سے تو بولو
ہم جاتے ہیں تم اوٹھکے بغلگیر تو ہو لو — چھاتی سے لگو باپ کی دل کھولکے رو لو

تم جسکی ہو شیدا وہ برادر نہ ملے گا
پھر گھر میں جو ڈھونڈو گی تو اکبر نہ ملے گا

سنکر یہ سخن شاہ کے آنسو نکل آئے — بیمار کے نزدیک گئے سر کو جھکائے
منھ دیکھکے بانو کا سخن لب پہ یہ لائے — کیا ضعف و نقاہت ہے خدا اسکو بچائے

جب صاحب آزار کا یہ حال ہو گھر میں
دانستہ میں کیونکر اسے لیجاؤں سفر میں

کہکر یہ سخن بیٹھ گئے سید خوشخو — اور سورۂ الحمد پڑھا تھام کے بازو
بیمار نے پائی گل زہرا کی جو خوشبو — کھولیں وہیں آنکھیں تو ٹپکنے لگے آنسو

ماں سے کہا مجھ میں جو حواس آ گئے ہیں اماں
کیا میرے مسیحا مرے پاس آئے ہیں اماں

جسوقت حضرت فاطمہ صغرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہوش ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام اس طرح سمجھا سمجھا کر کہتے تھے۔

اس شہر میں اکدم ہے ٹھہرنا مجھے دشوار | ہیں پا برکاب اور ہو تم صاحب آزار
آجاتا ہے وہ تاپ گھر میں سفر میں جو ہو بیمار | تکلیف تمھیں دوں یہ مناسب نہیں زنہار

غربت میں بشر کیلئے سو طرح کا ڈر ہے
میرا یہ سفر رنج و مصیبت کا سفر ہے

لو چلتی ہے خاک اڑتی ہے گرمی کے ہیں ایام | جنگل میں نہ راحت نہ کہیں راہ میں آرام
بستی میں کہیں صبح تو جنگل میں کہیں شام | دریا کہیں حائل کہیں پانی کا نہیں نام

صحت میں گوارا ہے جو تکلیف گذر جائے
اس طرح کا بیمار نہ مرتا ہو تو مر جائے

صغرا لئے کہا کھانے سے خوب ہے مجھے انکار | پانی ہو کہیں راہ میں مانگوں تو گنہگار
کچھ بھوک کا شکوہ نہیں کرونگی میں بیمار | تبرید فقط آپکا ہے شربت دیدار

گرمی میں بھی راحت سے گذر جائیگی بابا
آئیگا پسینہ تب اتر جائیگی بابا

کیا تاب اگر منھ سے کہوں درد ہے سر میں | اُف تا نہ کروں بھڑکے اگر آگ جگر میں
ہووے سو بھی شکوہ نہ کرونگی سفر میں | قربان گئی چھوڑ نہ جائیے مجھے گھر میں

ہو جانا خفا راہ میں گر روئیگی صغرا
یاں نیند کب آتی ہے جو واں سوئیگی صغرا

وہ بات نہ ہوگی کہ جسے ... | ... وہ آپ ... [illegible]

دن بھر مری گودی میں رہینگے علی اصغر | لونڈی ہوں سکینہ کی نہ سمجھو مجھے دختر

ہیں یہ نہیں کہتی کہ عماری میں بٹھادو
بابا مجھے فضّہ کی سواری میں بٹھادو

شہ بولے کہ واقف ہے مرے حال سے اللہ | ہیں کچھ نہیں سکتا مجھے درپیش ہے جو راہ
کھلجائیگا یہ راز بھی گو تم نہیں آگاہ | ایسا بھی کوئی ہے جسے بیٹی کی نہ ہو چاہ

ناچار یہ فرقت کا الم سہتا ہوں صغرا
یہ مصلحت حق بھی جو کہتا ہوں صغرا

سب بیبیاں رونے لگیں سن سن کے یہ تقریر | چھاتی سے لگا کر اسے کہنے لگے شبیر
لو صبر کرو کوچ میں اب ہوتی ہے تاخیر | منھ دیکھ کے چپ رہ گئی وہ بیکس و دلگیر

تھرا گیا تھا دل جگر کے پہلو نکل آئے
اچھا کہا اور آنکھ سے آنسو نکل آئے

پاس آکے پھر اکبر نے یہ کی پیار کی تقریر | کیا مجھ سے خفا ہو گئیں صغرا مری تقصیر
چلانے لگی چھاتی پہ منھ رکھ کے وہ دلگیر | محبوب برادر ترے قربان یہ ہمشیر

ہم شکل ترے سر سے اوتارے مجھے کوئی
بل کھائی ہوئی زلفوں پہ وارے مجھے کوئی

رخساروں پہ سبزے کے نکلنے کے ہیں صدقے | تلوار لیے شان سے چلنے کے ہیں صدقے
افسوس سے ان ہاتھوں کے ملنے کے ہیں صدقے | کیوں روتے ہو اشک آنکھوں سے ڈھلنے کے ہیں صدقے

بہنا کی ذرا جلد خبر لیجو بھائی

پیارے مرے بھیا مرے جہرو علی اکبر
یاد آئیگی یہ جسم کی خوشبو علی اکبر
چھپ جائینگے آنکھوں سے یہ گیسو علی اکبر
ڈھونڈینگی یہ آنکھیں تمہیں ہر سو علی اکبر

دل سینے میں کیونکر تہ و بالا نہ رہے گا
جب چاند چھپیگا تو اوجالا نہ رہے گا

ہاں سچ ہے کہ بیمار کا بہتر نہیں جانا
بھیّا جواب آنا تو مری قبر پہ آنا
صحت سے جو ہیں اونہیں کہاں ہیں اٹھکانا
ہم گور کی منزل کی طرف ہونگے روانا

کیا لطف کسیکو جو نہیں چاہ ہماری
وہ راہ تمہاری ہے تو یہ راہ ہماری

مرنا تو مقدم ہے غم اسکا نہیں زنہار
قبلہ کی طرف کون کریگا رخ بیمار
ڈر کا ہے کہ جب ہونگے عیاں موت کے آثار
لیسین بھی پڑھنے کو نہوگا کوئی غمخوار

سانس اوکھڑیگی جسوقت تو فریاد کرونگی
ہیں ہچکیاں لیئے تمہیں یاد کرونگی

حضرت امام حسین علیہ السلام کا روضہ رسول مقبول پر پاپیادہ جاکر عرض حال کرنا

مسدس

جب قصد کیا کوچ کا سلطان زمن نے
پوشاک کو رو رو کے جو پہنا یا بہن نے
فریاد کا اک شور کیا اہل وطن نے
فرمایا یہ تب ابن شہ قلعہ شکن نے

صدمہ ہے بچھڑنے کا مرے روح نبی پر
رخصت کو چلو قبر رسول عربی پر

۱۳

ہے قبر پہ نانا کی مقدم مجھے جانا — کیا جانیے پھر ہو کہ نہو شہر مین آنا
اماں کی ہے تربت پہ ابھی اشک بہانا — اوس مرقد انور کو ہے آنکھون سے لگانا
آخر تو لئے جاتی ہے تقدیر وطن سے
چلتے ہوئے ملنا ہے ابھی قبر حسن سے

۱۲

پیدل شہ دین روضہ انور پہ سدھارے — تربت سے صدا آئی کہ آ مرے پیارے
تعویذ سے شبیر لپٹ کر یہ پکارے — ملتا نہین آرام نواسے کو تمہارے
خط کیا ہین اجل کا یہ پیام آیا ہے نانا
آج آخری رخصت کو غلام آیا ہے نانا

خادم کو کہین امن کی اب جا نہیں ملتی — راحت کسی ساعت مرے مولا نہیں ملتی
دکھ کونسا اور کونسی ایذا نہین ملتی — ہین آپ جہان راہ وہ صلا نہین ملتی
پابند مصیبت ہوں گرفتار بلا ہوں
خود پاؤن سے اپنے طرف قبر چلا ہوں

۱۱

ہین اک تن تنہا ہوں ستمگار ہزارون — اک جان ہے اور درپئے آزار ہزارون
اک پھول سے رکھتے ہین خلش خار ہزارون — اک سر ہے فقط اور خریدار ہزارون
وان جمع کئی شہر کے خونریز ہوئے ہین
خنجر مری گردن کیلئے تیز ہوئے ہین

۱۰

فرمائیے اب جائے کہان آپکا شبیر — یان قید کی ہے فکر او وہان قتل کی تدبیر
تیغین ہیں کہیں مرے لئے اور کہین زنجیر — خونریزی کو کعبہ تلک آپہونچے ہین بے پیر

تربت میں لو اسے لو چھپا لیجیے نانا

یہ کہکے ملا قبر سے شہ نے جو رخ پاک
جنبش جو ہوئی قبر کو تھرا گئے افلاک
ہلنے لگا صدمے سے مزار شہ لولاک
کانپی جو زمین صحن مقدس مین اوڑی خاک
اوس شور مین آئی یہ صدا روضۂ جد سے
تم آگے چلو ہم بھی نکلتے ہیں لحد سے

نالون نے ترے دلکو مرے کردیا مجروح
بے تیغ کیا خنجر غم نے ترے مذبوح
تو شہر سے جاتا ہے ترستی ہے مری روح
ہے کشتی امت پہ تباہی کہ چلا نوح
افلاک امامت کا تجھے بدر نہ سمجھے
بے قدر ہیں ظالم کہ تری قدر نہ سمجھے

مارا گیا جس روز سے شبر مرا پیارا
اب قتل میں ہوتا ہوں ترے ساتھ دوبارا
اوس روز سے ٹکڑے ہے کلیجہ مرا سارا
امت نے کیا پاس ادب خوب ہمارا
زہرا کی جو بستی کو اوجاڑین تو عجب کیا
اعدا مجھے تربت سے اوکھاڑین تو عجب کیا

اس ذکر پہ رو یا کئے شہ سر کو جھکائے
پائین لحد گر کے بہت اشک بہائے
پھر وان سے اوٹھے فاطمہ کی قبر پہ آئے
آواز یہ آئی کہ مین صدقے مر جائے
ہے شور ترے کوچ کا جسد ان وطن مین
پیارے مین وہی دل سے تڑپتی ہون کفن مین

تربت مین جو کی مین نے بہت گریہ و زاری
کہتے تھے کہ اے احمد مختار کی پیاری
گھبرا کے علی آئے نجف سے کئی باری
تم پاس ہو تربت ہے بہت دور ہماری

ٹھہر لیتا ہے تیو ٹکڑے ملیں ٹکڑیں آئیگا زہرا
کیا ہمسے نہ رخصت کو حسین آئیگا زہرا

پھرتا ہے مری آنکھوں میں شبیر کا مقتل
وہ بجلیاں تلواروں کی اور شام کا بادل
وہ نہر فرات اور کہیں کوس کا جنگل
دریا ہے وہ پیاسوں کے ہٹا دینے کی ہلچل
شبیر کے سر پر سے یہ آفت نہ ٹلے گی
دسویں کو محرم کی چھری مجھ پہ چلے گی

سنکر یہ بیان باپ کا مادر کی زبانی
ہاں والدہ سچ ہے نہ ملیگا مجھے پانی
رو رو کے پکارا اسد اللہ کا جانی
پیاسے ہیں مرے خون کے یہ ظلم کے بانی
بچپن میں کہا تھا مرا ماتم شہ دین نے
نانا کو خبر دی تھی مری روح امین نے

پہلو میں جو تھی فاطمہ کے تربت شبیر
کی عرض کہ شبیر کی رخصت ہے برادر
رونے لگے پھر قبر سے بھائی کی لپٹ کر
حضرت کو تھا پہلو ہوا اماں کا میسر
قبریں بھی جدا ہیں تہ افلاک ہماری
دیکھیں ہمیں لیجائے کہاں خاک ہماری

یہ کہکے چلے قبر حسن سے شہ مظلوم
یاران وطن ساتھ تھے اندوہ و مغموم
رہوار جو ہانکا تو سواری کی ہوئی دھوم
چلاتے تھے خادم کہ چلا خلق کا مخدوم
خالی ہوا گھر آج رسول عربی کا
تابوت ابھی دھوم سے نکلا تھا نبی کا

انکھون سے یتیمون کے ورتھا نہر جاری	مضطر تھے اپاہج ضعفا کرتے تھے زاری

کہتے تھے گداہمکو غنی کون کرے گا
محتاجونکی فاقہ شکنی کون کرے گا

الغرض امام مظلوم سب کو روتا پیٹتا چھوڑ کر مکہ معظمہ مین تشریف لائے جب یہ خبر
کوفے والون کو پہونچی تو کوفیون نے باہم اتفاق کرکے آپکو لکھا کہ ہم امداد کیلئے
جان ودل سے حاضر ہین اور حضور کی زیارت کے ایک مدت سے مشتاق ہین
جبکہ ڈیڑھ سو خط متواتر اون لوگون نے بھجوائے اور اکثر ایلچی بھی آئے آپ نے
اپنی طرف سے پہلے مسلم بن عقیل اپنے چچازاد بھائی کو روانہ فرمایا کہ اُن لوگون
کی دوستی اور وفاداری ملاحظہ فرمائین اور وہان کے لوگون کی مفصل کیفیت
لکھکر بھجوائین۔ الغرض مسلم کوفے مین پہونچے اور مختار بن عبیدہ کے گھر مین اُترے
بارہ ہزار آدمیون سے زیادہ نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ظاہر مین
سبنے اون کے ساتھ محبت کی جسوقت تیس ہزار آدمیون کے قریب حضرت
مسلم کی رفاقت مین جمع ہوگئے اوس وقت حضرت مسلم نے سارا حال اون
لوگون کا حضرت امام عالیمقام کے حضور مین لکھکر روانہ کیا اور لکھا کہ یہان
کے لوگ میرے آنے سے بہت خوش ہوئے اور حضور کے دیدار کے بہت آرزومند
ہین اور ہر ایک شخص کو آپکی زیارت کی تمنا ہے یہ نامہ حضرت مسلم کا حضرت امام
علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ نے بلاخوف وخطر کوچ کا قصد فرمایا ادہر قضا وقدر
نے کچھ اور ہی رنگ دکھلایا یعنی حضرت مسلم اور اونکے دونون فرزندان خوردسال

درود آل پہ اصحاب مصطفے پہ درود
حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

حضرت مسلم بن عقیل اور اونکے فرزندون کی شہادت کا بیان

جب یہ خبر یزید پلید کو پہونچی کہ حضرت مسلم بن عقیل امام علیہ السلام کی طرف سے کوفے مین تشریف لائے ہین اور ایک گروہ کثیر نے اونکے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس خبر کو یزید پلید سنکر بہت پریشان ہوا النعمان بن بشیر کو معزول کیا اور بجائے اوسکے عبد اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو مقرر کرکے کوفہ کی طرف روانہ کیا اور لکھدیا کہ بہت جلد مسلم بن عقیل اور اونکے یارون اور مددگارون کو شربت شہادت پلانا اور سب کوفے والون کو میرے غضب سے ڈرانا چنانچہ عبد اللہ کوفے مین آیا اور لوگون کو بہت دہمکایا اور حضرت مسلم کی جماعت کو پریشان کردیا۔

روایت ہے کہ جب مسجد کوفہ مین نماز مغرب کی نیت حضرت مسلم نے باندھی توآپ کے ساتھ پانسو آدمی کی جماعت تھی اور جسوقت سلام پھیرا تو ایک کو بھی نہ پایا حضرت مسلم تن تنہا رہگئے نہ کوئی مونس نہ غمخوار کوفیون کی بیوفائی سے دل فگار جدہر جاتے راہ نہ پاتے اور ابن زیاد بدنہاد کی طرف سے کوچہ بندی ہوتی جاتی تھی حضرت مسلم جدہر دیکھتے تھے قضا سامنے آتی تھی آخر کار ایک بوڑھی عورت طوعہ نام کا دروازہ آپکو نظر آیا اوس کے پاس تشریف لے گئے اور پانی طلب کیا اوسنے پانی پلایا۔ اور آپکا نام ونشان حسب ونسب دریافت کیا آپنے فرمایا کہ میں ایک شخص گرفتار رنج ومحنت غریب الوطن خاندان نبوت سے ہون مسلم بن عقیل

نام ہے امام حسن علیہ السلام کا چچازاد بھائی ہون اگر مجھکو اپنے گھر مین اس رات
ٹھہرا لیگی تو اللہ تعالی سے بہشت پائیگی اوس عورت نیک خصال نے یہ حال
سنکر اُنکی تعظیم کی اور نہایت خندہ پیشانی سے انکو قیام کی اجازت دی شام کو
اوس عورت کا بیٹا تیرہ دل گھر مین آیا اور ماں کو ایک مہمان عظیم الشان کی
خدمت مین مصروف پاکر دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہین اوسنے کہا کہ آپ
مسلم بن عقیل ہین اور مجھسے پناہ چاہی ہے اور ابن زیاد بدنہاد کی فوج
انکی جستجو مین ہے اسلیئے مین نے اپنی سعادت دارین سمجھکر انکو پناہ دی ہے
اور گھر مین اوتارا ہے تاکہ اس مہمان کے طفیل سے خداوند کریم مجھے اجر عظیم
عطا فرمائے وہ کمبخت رات کو تو سو رہا اور علی الصباح اوٹھکر محمد بن
اشعث کو مطلع کیا اور اوسنے ابن زیاد کے دربار مین جاکر کہا کہ مسلم طوعہ
کے گھر مین چھپے ہوئے ہین القصہ ابن زیاد بدنہاد کے حکم سے تین سو سوار
اور ایک اوسکے نائب کو لیکر محمد بن اشعث طوعہ کے مکان پر آیا اور سارے
مکان کا محاصرہ کرلیا حضرت مسلم نے جب یہ ماجرہ دیکھا تو مصلے پر سے
اوٹھے اور سلاح بدن مبارک پر آراستہ کرکے تلوار میان سے باہر نکالی
رگ ہاشمی جوش مین آئی اور مانند شیر زیان کے دروازہ سے باہر آکر اوس گروہ
روباہ خصال پر حملہ کیا اور ایک ہی حملہ مین بہت سے لوگون کو جہنم رسید کیا
جس طرف کو حملہ کرتے تھے دس پانچ شقی برابر مرتے تھے اور کسی کو آپ پر حملہ
کرنیکی مجال نہ ہوتی تھی الغرض وہ ظالم بے دین دور سے تیر چلاتے تھے اور کوٹھون

کہ تمام پہرے کوئی تین نہ ہوتے تھے اوس وقت آپ مکہ معظمہ کی طرف منہ کرکے فرمانے
لگے کہ اے بھائی حسینؑ کچھ تم کو مسلم خستہ جگر کی بھی خبر ہے کہ اوسپر کیا گذری
افسوس میرا انکو کوفیون نے یہ حال کیا لیکن آپ کا خیال ہے کہ اب ایسا
قاصد کہان سے لاؤن جو آپکو یہان آنے سے روکے اسوقت جو مجھپر گذر رہی
ہے کون آپکو جاکر سنائے جو آپ یہان آنے کا ارادہ فسخ فرمائین الغرض
پھر تو اون سنگدل ظالمون نے حضرت مسلم کو زخمون سے چور چور کر ڈالا۔
یہانتک کہ طاقت حملہ کرنیکی باقی نہ رہی آپ نے ایک دیوار سے تکیہ لگایا
اور قبلہ رو ہو بیٹھے اوسی حالت مین ایک ظالم نے آپکے چہرہ نورانی پر
ایسی تلوار ماری کہ اوپر کا لب مبارک کٹ گیا آپ نے اوسی حالت مین اپنی
تیغ بیدریغ سے اوسے جہنم پہونچایا۔ پھر تو اس قدر ظلم وستم کی گھٹا چھائی
کہ چارون طرف سے نیزہ وشمشیر سنگ ریزہ وتیر کا مینہ برسنے لگا جب حضرت
مسلم نیمجان ہوگیے اور دم واپسین باقی رہا اوس وقت اشقیا اونکو اوٹھاکر
ابن زیاد بدنہاد کے پاس لائے اوس بدبخت نے تیسری ذی الحجہ کو سر مبارک
تن اطہر سے جدا کیا اور یزید پلید کے پاس شہر دمشق مین بھجوادیا اور نعش کو
سولی پر چڑہوادیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جبکہ مسلم نے کوفے مین تن تنہا
بیکسی اور بیبسی کی حالت مین شربت شہادت نوش فرمالیا وہ دونون کمسن
بچے فراق پدر مین کیسے بلک بلک کر روتے تھے کوئی ایسا نہین تھا جو
اونکی تسلی وتشفی کرتا بلکہ ابن زیاد بدنہاد نے ایک ظلم پر دوسرا ظلم یہ ڈھایا
[illegible] مسلم کے دو فرزند صغیر سن

اس شہر مین روپوش ہین جو کوئی اونکے سر کاٹ کر لائیگا وہ بہت انعام پائیگا اور جسکے گھر مین وہ چھپے ہونگے اوسکا گھر لوٹا جائیگا اور وہ شخص مارا جائیگا۔

حیران و پریشان تھے وہ ہجر پدر مین | تصویر اجل پھرتی تھی دونونکی نظر مین
تھا شور منادی کا یہ ہر راہ گذر مین | بیٹون کو نہ مسلم کے چھپائے کوئی گھر مین

بتلادے کسی حجرے مین گرتبہ ہین دونون
حاکم کے گنہگار کے فرزند ہین دونون

معصوم سمجھکر کوئی رحم اونپہ نہ کہائے | ہاتھ آئین تو پکڑے ہوئے دربار مین لائے
مجرم کی کوئی منت وزاری پہ نہ جائے | دانا ہے وہ جو گوہر عزت کو بچائے

جسنے ہے چھپایا اونہین گھر اوسکا لٹیگا
مرجائیگا وہ قید سے جیتا نہ چھٹیگا

تھرائے تھے سب سنکے منادی کا یہ مذکور | تھے شہر کے دروازہ سر شام سے معمور
دشمن جو علی کے تھے وہ تھے خرم و مسرور | جو دوست تھے حیدر کے تھے وہ عاجز و مجبور

باتین اونہی معصومونکی ہوتی تھین گھر گھر مین
منہ ڈھانپے ہوئے بیبیان روتی تھین گھر گھر مین

کیا روز سیہ چرخ نے بچون کو دکھایا | ہے ہے نہ چچا سر پہ نہ مان باپ کا سایا
ساتھ آٹھ برس کا تو سن اور دیس پرایا | جائین نہ بچینگے کسی دشمن نے جو پایا

کچھ بس نہین کس طرح کوئی آہ بچائے
بچو تمہین پردیس مین اللہ بچائے

کرتی تھی وہان [illegible] زاری | اور ڈھونڈتے پھرتے تھے اونہین [illegible]

ناکہ پہ لعین کہہ گئے آکر کئی باری
ہوشیار خبردار اگر جان ہے پیاری

احکام ہیں حاکم کے کہ طفل آنے نہ پائے
ناکے سے کوئی بچ کے نکل جانے نہ پائے

وہ طفل حسین بھاگے ہیں کیا جانے کدھر سے
کہ لینا گرفتار جو آنکلیں ادھر سے
خورشید سے ماتھے ہیں تو بہتر ہیں قمر سے
چھوٹے سے عمامے ہیں لپٹے ہوئے سر سے

گندھی ہوئی زلفیں بسر دوش پڑی ہیں
آنکھیں کہ ہیں آہو کی سی آنکھوں سے بڑی ہیں

ہے گوہر درخشان سے فزون حسن کا پرتو
مہتاب سے روشن ہیں یہ رخسار میں ضو
کرتے سے نکلتی ہے جو اونکو تگ و دو
پہنے ہوئے ہیں ہنسلیاں مانند مہ نو

گورے ہیں گلے جلوہ نما کرتوں میں تن ہیں
لب پنکھڑیاں گل کی ہیں غنچہ سے دہن ہیں

پیشانیاں دونوں کی جو ہیں ماہ منور
سجدوں کے چمکتے ہیں نشان صورت اختر
تعویذ ہیں دو ہیکلیں ہیں سینوں کے اوپر
ہلتے ہیں ستاروں کی طرح کانوں کے گوہر

کھاتے ہیں بڑا وقت جو دونوں پہ پڑا ہے
اک ان میں کچھ چھوٹا ہے اور ایک بڑا ہے

اس منادی کو سنکر تمام شہر میں تلاش ہونے لگی اور یہ دونوں یتیم مسافر غریب الوطن بیکس وبے بس جان کے خوف سے چھپتے پھرتے تھے اور باپ کے شہید ہو جانے کے صدمہ سے زار زار روتے تھے اور زبان حال سے یہ کہتے تھے۔

چل بسے ظلم کے سہتون پہ آرے ہائے بابا جہان سے سدہارے

انکی ہر ایک کو جستجو تھی سبکو انعام کی آرزو تھی

چھپتے پھرتے تھے یہ ڈر کے مارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

غم ہے ہان باپ کا بیکسی ہے ہم پردیس مین بے بسی ہے

کون منہ دہوئے گیسو سنوارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

کیسا پردیس مین منہ کو موڑا آکے مکہ سے کوفہ مین چھوڑا

ہم یتیمون کو کسکے سہارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

اے فلک تیرا اندھیر دیکھا باپ کی لاش کا ڈھیر دیکھا

چاند فرقت مین گنتے ہین تارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

ظلم گردون کی کہا کہا کے ٹہوکر بھائی بھائی سے کہتا تھا رو کر

اب کہان جائین ہم غم کے مارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

کوفیون کو ہماری طلب ہے آگ ہین پھر رہے ہین غضب ہے

چھٹ گئے جیسے بابا ہمارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

ظالمون کے ستم سے بچا لے اے اجل ہمکو تو ہی اوٹھا لے

ہو گئے وہ تو خالق کو پیارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

کون سنتا تھا فریاد انکی پیچ ہر آکبر یہ روداد انکی
روئے چلائے چیخے پکارے ہائے بابا جہان سے سدہارے

یہ دونون شہزادے قاضی شریح جو اہلبیت کا دوستدار تھا اوس کے گھر مین جا چھپے تھے قاضی شریح نے منادی کا حال سُنا تو اونسے کہا کہ اے فرزندان یتیم مسلمت

یہ ہے کہ ہین تم کو ایک قافلہ کے ساتھ مدینے پہونچا دون جب شام ہوئی تو اپنے لڑکے کو اونکو سپرد کر کے سمجھا دیا کہ دروازہ عراق مین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ کو جاتا ہے وہان جا کر کسی مرد نیک بخت اور صالح کے ان دونون کو سپرد کر کے کہدینا کہ ہوشیاری سے مدینہ پہونچاوے اسد پسر قاضی شریح ان دونون کو لیکر اوس مقام پر آیا تو دیکھا کہ قافلہ کوچ کر چکا تھا اور گرد قافلہ سامنے سے معلوم ہوتی تھی اسد نے اون سے کہا کہ دوڑو اور جلد جا کر قافلہ سے ملجاؤ تو راہ بتا کر واپس ہوگیا اور ادہر قضا و قدر نے یہ ماجرا دکھلایا کہ رات کا وقت تھا یہ بیچارے مصیبت کے مارے راہ سے ناواقف تھے تھک گیے اندھیرے مین راہ کا پتہ نچلا قافلہ نکل گیا تھا یہ حیران و پریشان پھرتے تھے رستہ نپاتے تھے

ہرنا کے یہ تھا حکم یہ اون دونون کی خاطر	جو بار ہین اب جلد اونہین لاکر کرو حاضر
اور پھرتے تھے حیران وہ مدینے کے مسافر	کوئی نہ مددگار نہ حافظ تھا نہ ناصر

پھرتی تھی اجل ساتھ جدھر جاتے تھے دونون
پتہ بھی کہین کھڑکتا تھا تو ڈر جاتے تھے دونون

ناگہ تلک آ پہونچے نہ تھے وہ جگر افگار	جو دیکھ لیا اونکو کسی شخص نے اکبار
چلا دیا کہ بس آگے قدم رکھنا نہ زنہار	جاتے ہو کہان بھاگے ہم آ پہونچے خبردار

سنتے ہی اس آواز کے گھبرا گیے دونون
ہرنا کے قدم پیڑ سے تھرا گیے دونون

بھائی سے کہا بھائی نے کیا کرینگے بھائی	اتنا ہمین لینے نہین آئے اجل آئی

آئے ہی بس اب برچھیان تانینگے ستمگر
منت بھی کرینگے تو نہ مانینگے ستمگر

بکتے تھے جو ان میں بھی ہوئے وہ جفاجو
اور باندھ لئے رسی سے ان دونونکے بازو
بچون پہ اوٹھاتا تھا طمانچہ کوئی بدخو
کھنچتا تھا کوئی پیچلو کھینچے ہوئے گیسو

وہ کہتے تھے ہم دام بلا مین تو پھنسے ہین
بازو بھی پس پشت کسے رسی سے بندھے ہین

جاتے تھے جو روتے ہوئے وہ نازکے پالے
بازار میں لیجاتے تھے سب بیچنے والے
جلادون مین معصومونکی تھی جان کے لالے
کہتے تھے ہر اک کو کہیں کوئی چھڑا لے

حال اپنا اشارے سے جتاتے تھے کسیکو
رسی مین بندھے ہاتھ دکھاتے تھے کسیکو

پہونچے اونہیں لیکے جو وہ ظالم سر دربار
خدام نے کی عرض کہ حاضر ہین گنہگار
تھا تخت مرصع پہ مکین حاکم غدار
دہشت سے لرزنے لگے بچون کے تن زار

بیٹھے ہوئے سب کرسیون پہ جو بڑے تھے
رسی سے بندھے سامنے معصوم کھڑے تھے

معصومون سے یہ کہنے لگا حاکم ملعون
اس بھاگنے کی اب کہو کیا تمکو سزا دون
صدمے سے جو دونونکا ہوا حال دگرگون
پھر کہنے لگے وہ بیکس و محزون

ہان قتل ہی کرلے کہ سزاوار ہین ہم بھی
بابا تھے گنہگار گنہگار ہین ہم بھی

[illegible]

ہین پھول سے اندام نہین لائق تعزیر
نادان ہین کم سن ہین کچھ ابھی ہین تقصیر

طاقت ہے کہان بھاگ کے جائین یہ کدھر کو
بھولے ہین بہت ڈھونڈتے پھرتے ہین یہ گھر کو

چپ رہ گیا وہ دشمنِ دین سر کو جھکا کر
کر قید انہین حجرۂ تاریک مین جا کر
زندان کے نگہبان سے کہا پاس بلا کر
سختی نہ ہو مطلق بھی کرین اشک بہا کر

آرام سے دونون مین کوئی سونے نہ پائے
قفلِ درِ زندان کبھی وا ہونے نہ پائے

اس طرح سے حجرے مین ہوئے ماہ لقا بند
دن بھر تو رہین ایک ہی زنجیر مین پابند
جس حجرے کے رخنے بھی تھے بند اور ہوا بند
اور رات کو ہو ایک جدا ایک جدا بند

سر کو در و دیوار سے ٹکرا کرین دونون
آپس مین گلے ملنے کو تڑپا کرین دونون

یہ سنکے انہین لیگیا زندان کا نگہبان
گھٹنے جو لگا دم تو یہ چلائے وہ نادان
اک حجرے مین قید ہوئے دونون مہ تابان
در کھولدو للہ نہین تن سے چلی جان

بھاگین گے نہ ہرگز ہمین حجرے سے نکالو
اک طوق جو ہلکا ہو تو وہ طوق پہنا لو

دروازے سے ٹکرائے بہت سر کو وہ ناشاد
لیکن کسی نے نہ سنی زاری و فریاد
مادر کو بھی چلائے پدر کو بھی کیا یاد
کب چھوڑتے ہین طائر پربستہ کو صیاد

بیتاب تھے اسطرح وہ چھٹنے کی ہوس مین
جون تازہ گرفتار پھڑکتا ہو قفس مین

تاریک وہ حجرہ تھا مثال شب ظلمات — معلوم نہ ہوتا تھا کہ کب دن ہوا کب رات
ہر قدر کے اندھیری کو بھی اس گھر نے کیا مات — سمجھے ہوئے رہتے تھے وہ ماتھے پہ ہر بات

تھی پیش نظر وصل میں تنہائی کی صورت
بھائی کو نہ آتی تھی نظر بھائی کی صورت

فاقے میں بسر کرتے تھے دن بھر وہ گل اندام — جو مالک زندان تھا وہ آتا تھا سر شام
جا بیٹھتے دروازہ کے نزدیک وہ گلفام — دیتا اونھیں دو روٹیاں اور پانی کے دو جام

تھا خوف بہت ظالم اظلم کے غضب سے
اوٹھ اوٹھ کے سلام اوسکو وہ کرتے تھے ادب سے

کھانا وہ کہاں اور کہاں نازوں کے پالے — رو دیتے تھے جب حلق میں پھنستے تھے نوالے
آپس میں یہی کہتے تھے وہ گیسوؤں والے — قسمت کبھی دشمن پہ بھی یہ وقت نہ ڈالے

پانی بھی تو جی بھر کے نہیں ملتا ہے بھائی
یہ سخت ہے روٹی کہ گلا چھلتا ہے بھائی

بھائی سے کہا بھائی نے گھبراؤ نہ دلدار — خالق ہے یتیموں کا اسیروں کا مددگار
چھٹ جاتے ہیں طائر بھی جو ہوتے ہیں گرفتار — ماہی کے شکم میں رہے کب یونس دیندار

تاریکی زندان میں نہ اسطرح گھٹیں گے
یوسف نہ چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹیں گے

محبوس ہماری ہی طرح تھے مہ کنعان — کاہش تھی یہی اور یہی سختی زندان
زاری کے سوا تھا نہ کوئی سلسلہ جنبان — خالق نے رہائی کا مگر کر دیا سامان

چھٹ جائینگے زندان سے [illegible]

اور کہا جو خدا ایسا تو ہمارا بھی خدا ہے

جب چاہ سے نکلے تو اوٹھائی وہ تباہی
کیا دور ہے ہو جائے اگر فضل الٰہی

اور بعد تباہی کے ملی مصر کی شاہی
بندون پہ ہے اوسکا کرم نامتناہی

دنیا کی امارت ہو تو خواہش ہمین کب ہے
ہمکو تو فقط اوس سے رہائی کی طلب ہے

چھوٹے نے کہا سچ ہے بجا آپکا ارشاد
ہمسا تو زمانہ مین نہوگا کوئی ناشاد

بھائی بشریت ہے یہ نالۂ و فریاد
چھوٹے بھی تو ہونگے نہ کبھی رنج سے آزاد

یعقوب نے چھاتی سے لگایا تھا پسر کو
ہم قید سے چھٹ کر بھی نہ پائینگے پدر کو

لکھا ہے کہ جب یہ دونون نونہال قید خانہ مین بیچارے تاب ہوے تو جیل کا داروغہ شکور نام ایک مرد مسلمان پرہیزگار اور دوستدار آل اطہار تھا ان کا حال معلوم کر کے بہت رویا اور گلے سے لگایا اور دلاسا و تسلی دیکر اپنے پاس بٹھایا اور جب رات ہوئی تو دونون شہزادون کو اپنے ساتھ مقام قادسیہ کی راہ پر لایا اور اپنی انگوٹھی بطور نشانی کے دیکر کہا کہ مقام قادسیہ مین پہونچکر میرے بھائی کو تلاش کرنا وہ تمکو بلا خوف و خطر مدینے مین پہونچا دیگا یہ بیچارے مصیبت کے مارے شکور کے بہت ممنون ہوے اور رخصت ہو کر چلے جاتے تھے لیکن قضا و قدر کے دایرے سے انسان کب نکل سکتا ہے یہ دونون طفل عدم کے مسافر تمام رات راہ چلے اور جب صبح ہوئی تو پھر اپکو اوسی مقام پر پایا کہ جہان شکور سے پہونچایا تھا جو نکہ دن نکل آیا تھا ڈر کے مارے چھپنے کو

جب کوئی جنگل میسر نہوئی تو ایک پرانے درخت کے بیچ مین جو اندر سے خالی تھا

چھپ بیٹھے اور حضرت زکریا کی طرح رضا و تسلیم پر ثابت قدم ہوئے جب دن کا

زیادہ اوجالا پہیلگیا تو ایک لونڈی پانی کے لئے لوٹا لیکر اوس درخت کے پاس

جو ایک چشمہ تھا آئی اور ان دونون گلفامون کو دیکھکر حیرت سے اور پیار سے

پوچھا کہ تم کون ہو ان دونون یتیمون نے رونا شروع کردیا اور اوسکو اپنا

دوستدار سمجھکر سب ماجرا بیان کیا وہ لونڈی حضرت مسلم کا نام سنکر روتا ہوا

اپنی بی بی کی خدمت مین پہونچی اور سب حال بیان کیا اوس کی بی بی بھی اہل

بیت کے نام پر قربان ہوتی تھی یہ کہا کہ جلد جا اور ان دونون یتیمون کو یہان

لاؤ وہ لونڈی آئی اور بہت تسلی و تشفی کرکے ان دونون کو اپنے ساتھ بی بی

کے پاس لیگئی اوسکی بی بی نے اس خوشی مین اوس لونڈی کو آزاد کردیا اور

خود دونون کی خدمت گذاری مین مصروف ہوئی اور مادر مہربان کی طرح

اونسے کہتی تھی کہ اے مظلوم بیکسو اور اے معصوم فرزندو مین تمہارے واسطے

اپنی جان تک دریغ نہ کرون گی اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر کھلایا پانی پلایا

چونکہ اوس ضعیفہ بی بی کا شوہر سخت جلاد اور ظالم تھا اسلئے

وہ بولی کہ آنکھون مین رکھون تجکو مین دن رات	ہے صاحب خانہ جو بڑا فاسق بدذات
حاکم کا تو وہ دوست ہے اور دشمن سادات	گر دیکھ لیا اوسنے تو سننے کی نہین بات

لونڈی ہون مین زہرا کی تمہارا ہی یہ گھر ہے

گر ہے تو اوسی ظالم بدذات کا ڈر ہے

تو ہمکو چھپا رکھ کوئی حجرہ جو ہو خالی		[illegible]
	ان باپ کے ہین ہمپہ مصیبت یہ نئی ہے شاید کہ نہ آے وہ بہت رات گئی ہے	
تبھی ہو نہ رحم آگیا معصومونپہ اوسکو صدقے ہون مین کچھ غم نکرو بچے بیچارو		دونون نے بمنت جو کہا اوس سے یہ رو رو کہنے لگی ہین تمکو چھپا رکھونگی کچھ ہو
	مہمان ہوے ہے ستم ایجاد کے گھر مین دونون کو اجل لیگی جلاد کے گھر مین	

الغرض اون دونون یتیمون کو اوس ضعیفہ نے اپنے مکان کے ایک طرف حجرے
مین پہونچا دیا اور سمجھا دیا کہ دیکھو یہان چپ ہو کر سو رہو میرا شوہر نہایت سنگدل
بیداد گر اور دشمن سادات ہے ایسا نہو کہ کہین اوسے پتہ ملجاے تو بڑی مصیبت
کا سامنا ہوگا دونون بیچارے خوف کے مارے خاموش ہو کر اوس حجرے مین
سو رہے جب آدھی رات کے قریب گذر گئی تو بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو
جگایا اور کہا کہ اے بھائی اب سونے کا وقت نہین ہے بلکہ ہنگام بیداری ہے
مین نے ابھی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو خواب
مین دیکھا ہے کہ آپ بہشت مین حضرت علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی
عنہا کے ساتھ ٹہل رہے ہین اور ہمارا باپ بھی وہان موجود ہے اور ہم دونون
بھائی بھی حاضر ہین جس وقت جناب رسول مقبول کی نظر ہم دونون پر پڑی تو آپ نے
فرمایا کہ اے مسلم تم خود چلے آے اور ان دونون کو ظالمون مین چھوڑ دیا حضرت

[illegible] بھائی یقین کامل ہوا کہ ہم دونون بھائی بھی
باپ کی طرح شربت شہادت نوش کرکے جنّت کو سدہارینگے اس خواب کو سنکر
ایک بھائی دوسرے بھائی سے لپٹ گیا اور دونون زار زار رونے لگے۔

مسدس

جب دونون نے کی ہل کے بہم اشک فشانی
بے خواب ہوئے مسلم مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی موت کی گویا تھی نشانی
دروازہ پہ آپہونچا ادہر ظلم کا بانی
چلایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کوسون کا تہکا آیا ہوں در کھول دے آکر

یہ سنکے ضعیفہ کا لگا کانپنے اندام
بولی یہ بھلا آنیکا ہے کون سا ہنگام
دربار سے ہر روز تو آتا تھا سر شام
چلا کے وہ بولا نہین کہین تہا تجھے کیا کام
در کھول نہین آگ لگا دیتا ہون گھر کو
لے تو نہین آتی تو گرا دیتا ہون در کو

در کھولا تو کس غیظ سے آیا وہ بد افعال
پھنکا کہین خنجر کہین تلوار کہین ڈہال
تھی ریش تو اولٹی ہوئی مو چہونکے کرتی بال
اور دیدۂ بد مین صفت ساغر خون لال
آواز بھی ایسی کہ گذرتی تھی فلک سے
ہلتی تھی زمین پاؤن کے رکھنے کی دہمک سے

پاس آکے ضعیفہ نے بہت با تو نمین گھولا
تیوری وہ چڑہائے رہا کچھ منہ سے نہ بولا

ہاتھون کو کبھی کاٹتا تھا طیش مین آکر
رہجاتا تھا غصے سے کبھی ہونٹ چبا کر

اوس طیش مین کھانا بھی نہ جلاد نے کھایا
باقی تھی پہر رات کہ پھر ہوش مین آیا
کچھ دیر اوسے نیند نے بستر پہ گرایا
ابلیس نے سوتے ہوئے فتنہ کو جگایا
پھولون کی مہک حجرے سے دالان مین آئی
آواز بھی کچھ رونے کی تا کان مین آئی

تاریک مثال دل کافر تھا وہ سب گھر
ظالم نے سرہانے سے لیا ہاتھ مین خنجر
ہر سو صفت گرگ لگا ڈھونڈنے اودھر
پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر
وان مسلم مظلوم کے پیارے نظر آئے
اک برج مین دو عرش کے تارے نظر آئے

اندوہ سے صدمون سے وہ دونون جگر افگار
تصویر سے بستر پہ کشیدہ تھے تن زار
سہمے ہوئے رکھے ہوئے رخسار پہ رخسار
باہین تھین گلو بند کھلے دیدۂ خونبار
اک سینے کا تھا عکس جو اک سینے کے اندر
آئینہ نظر آتا تھا آئینے کے اندر

بازو پہ جو چھوٹے کے پڑا دست جفاکار
جھنجلا کے کہا اوس نے کہ مین گھر کا ہون مختار
تو کون ہے کہنے لگا وہ چونک کے اکبار
تب بھائی سے کہنے لگا رو کر جگر افگار
جس بات کا ڈر تھا وہ آفت کی گھڑی ہے
لو بھائی ہوشیار اجل سر پہ کھڑی ہے

ہیبت ہوئی طاری کہ گئے سہم وہ گلفام
ظالم نے کہا کون ہو تم بیکس و ناکام

[illegible] | [illegible]

کھینچے ہوئے ہے ہاتھ مین تو تیغ جفا کو
ڈر لگتا ہے تجھسے ہمین ضامن دے خدا کو

مکار لگا کہنے کہ سب ہے مجھے منظور | پیمان شکنی کرنا تو اپنا نہین دستور
ڈر ڈر کے یہ کہنے لگے وہ بیکس و مجبور | اے سنگ تشخص ہمین ہین پسر مسلم مغفور

تھا قتل کا ڈر اسلیئے گھبرا کے چھپے ہین
کر رحم کہ دامن مین ترے آکے چھپے ہین

سنتے ہی جفاکار نے بس آنکھ کو موڑا | یون بازوؤنکو زور سے پکڑا کہ نچوڑا
رسّی مین ادنہین باندہ لیا عہد کو توڑا | بچون نے کہی بار بندھے ہاتونکو جوڑا

جب کھینچتا تھا گر کے مچلتے تھے وہ بچے
اور حجرے سے باہر نہ نکلتے تھے وہ بچے

دکھلاتا تھا خنجر اونہیں جب کرتے تھے فریاد | بچون نے یہ دیکھ ہائے یتیمون پہ یہ بیداد
کم زور تھے یہ اور زبردست تھا جلاد | نادر ادنہین یون کھینچتا لایا ستم ایجاد

گرتے بھی پہٹے پگڑیان بھی گر گئین سر سے
مجرم کی طرح باندہ دیا دونون کو در سے

جسوقت نمودار ہوے صبح کے آثار | در تک چلا لیکے یتیمون کو جفاکار
چلاتی چلی پیچھے ضعیفہ جگر افگار | بن باپ کے بچے ہین یہ ظالم نہ انہین مار

کیون فاطمہ زہرا کو رولاتا ہے کفن مین
وہ بچھوا [illegible] تو ہین دے محمدؐ کے چمن [illegible]

بچون سے لپٹتی تھی جو وہ کھوئے ہوے سر | تلوار کی ہولو لئے ہٹا تھا ستمگر
وہ کہتی تھی تو ان کے عوض قتل مجھے کر | ہے ہے مرے مہمان ہین یہ بیکس و مضطر

آنکھون سے قدم انکے لگانے نہین پائی
کھانا بھی غریبون کو کھلانے نہین پائی

جسوقت ہٹانے پہ بھی لپٹی کئی باری | تلوار اوسے جھنجلا کے ستمگار نے ماری
بچلے وکھالو مین تصدق ہوئی داری | گرتی ہوئی ہاتونکو اوٹھا کر یہ پکاری

دوڑے کوئی معصوم گرفتار بلا ہین
بچون کو چھڑا دے کہ یہ بے جرم و خطا ہین

روتے تھے ضعیفہ کی محبت پہ وہ مہرو | یہ کہکے گریبانون تک آجاتے تھے آنسو
کھینچے لئے جاتا تھا یتیمون کو جفا جو | اک ہاتھ مین تلوار تھی اک ہاتھ مین گیسو

خون دیکھکے دونون جو ضعیفہ کا ڈرے تھے
دہشت سے بندھے ہاتونکو منھ پہ دہرے تھے

فرزند کو دی حارث ملعون نے تلوار | اور بولا کہ ان دونون کے سر کاٹ لے اکبار
دونون کو لئے سات بڑھا آگے وہ دیندار | حسرت سے لگے دیکھنے اوسکو یہ خوش اطوار

اوسنے کہا کیا دیکھتے ہو سر پہ قضا ہے
بابا نے مرے قتل کا فرمان دیا ہے

وہ بولے جوانی کا تری دیکھکے عالم | یاد آگئی اکبر کی جوانی ہمین اسدم
بھائی متاسف ترے انجام پہ ہین ہم | لیتا ہے جوانی مین عبث نار جہنم

لیکن وہ نہیں قتل کیا کرتے کسیکو

بولا وہ کہ اکبر ہیں عزیز و نہیں تمھارے — رو کر کہا ہاں بیٹے ہیں ماموں کے ہمارے
سب بھائیوں میں ہم علی اکبر کو ہیں پیارے — کیا دخل حضور انکے کوئی دم بھی جو مارے
ہم گھٹنیوں عباس کے سینے پہ چلے ہیں
ہم زینب و کلثوم کی گودوں میں پلے ہیں

یہ سنتے ہی گرداوں گئے پھر حق کا وہ شیدا — دریا میں گرا تیغ ٹپک کر لب دریا
اللہ کی رحمت میں ہوا غرق سراپا — حارث نے کہا حق پدر یہ تھا تو بولا
ظالم تو پدر کس کا شقی ازلی ہے
ماں فاطمہ ہے مومنو کی باپ علی ہے

بچوں کو لئے نہر پہ پہونچا جو وہ بے پیر — اور دیکھی انھوں نے چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گیا ہٹ گئے یہ کی دونوں تقریر — کر رحم کہ معصوم ہیں ہم بیکس و دلگیر
مظلوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم مرے دل میں نہیں ہے

وہ بولے کہ مطلوب ہوں گر درہم و دینار — راضی ہیں ہمیں بیچ لے چلکر سر بازار
وہ جنس نہیں جس کا نہ ہو کوئی خریدار — ہم سے کہیں ملتے ہیں غلامان وفادار
یوسف کی طرح موتیوں میں سبکے تلیں گے
ان لعلوں کے عقدے تجھے اوسوقت کھلیں گے

گر یہ نہیں مطلب تو نہ کر بدعت بیجا — دل آب ہے دہشت سے لرزتا ہے کلیجا
دربار ستمگار میں جتنا ہمیں لیجا — وہ بولا کہ حاکم ہی نے ہے تم کو بھیجا

آلودہ لہو مین رخ انور نہین دیکھے
جیتا تھین دیکھا ہے کٹے سر نہین دیکھے

نامرد نے حملہ کیا تلوار اوٹھا کر
سر رکھدیا چھوٹے نے وہین جلد بڑھا کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کو بڑا بھائی ہٹا کر
جا لپٹا نہ تیغ دودم سر کو جھکا کر

تلوار چمکتی تھی تو ہٹتا تھا نہ بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

یہ کہتا تھا تلوار بڑے پر نہ علم کر
ڈر قہر خدا سے یہ جفا کر نہ ستمگر
یہ کہتا تھا پہلے مرا سر تن سے قلم کر
مل لون مین گلے بھائی سے وقفہ کوئی دم کر

اک وار مین سر دونون کے بس تن سے اتر جائین
ہین ساتھ ہی رہے ہین بندھے ساتھ ہی مر جائین

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر
بالائے زمین کٹ کے ستارا سا گرا سر
دریا مین ستمگار نے پھینکا تن اطہر
چلا کے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر

دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دست عدو مین
وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو مین

آیا جو شقی تیغ علم کر کے دوبارا
چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا
جلاد نے پھر تن سے سر اوسکا بھی اوتارا

دھبا بھی نہ خون کا لگا شمشیر عدو مین
بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو مین

چھوٹے کو بھی جب ڈالدیا نہر کے اندر | جا لیتا بقصد شوق برادر سے برادر

گھ ڈوبتے تھے گاہ اُبھر آتے تھے دونون
خورشید سے دریا مین نظر آتے تھے دونون

حضرت امام حسین علیہ السلام کا مکہ معظمہ سے کوفے کی طرف کوچ فرمانا اور حُر کی حرکت سے کربلا مین آنا

روایت ہے کہ جس روز وہان کوفے مین حضرت مسلم نے شربت شہادت نوش فرمایا اوسی روز یہان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوفے کا قصد ٹھہرایا اور اس سفر سے آپکو عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر اور جابر اور ابوسعید خدری اور ابوواقدی لیثی نے منع کیا اور اکثر عزیزون رفیقون کو بے حد فکر ہوئی اور حضرت عبداللہ ابن عباس نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ اہل کوفہ کی بیوفائی اور کج ادائی کا حال حضرت علی علیہ السلام کے وقت سے اجتک اچھی طرح آپکو معلوم ہے اور پھر آپ وہان کا عزم فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ قریب ڈیڑھ سو خط کے میرے پاس اُن لوگون کے آئے اور علاوہ ان کے میرے بھائی مسلم بن عقیل نے بھی لکھا ہے اور وہ لوگ بظاہر میرے رشد و ہدایت کے طلبگار ہین کس طرح نجاؤن اور امر ہدایت کیونکر عمل مین نہ لاؤن اسلیئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اونکے منع کرنے کو نہ مانا اور فرمایا کہ مین نے اپنے باپ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کے باعث سے کعبہ کی بیحرمتی ہوگی سو ایسا نہو کہ وہ مینڈھا مین ہی ہوں اور میرے سبب سے کعبہ کی بیحرمتی ہو الغرض امام علیہ السلام

نے تیسری تاریخ ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو معہ اہل وعیال واطفال خوردسال کے مکہ معظمہ سے کوچ فرمایا اور جملہ یار و اصحاب اور دوست واحباب کو روتے چھوڑا روایت ہے کہ آپ کے ساتھ بیاسی آدمی تھے اور ایک روایت مین بہتر تن تھے اور سب آپکے عزیزو اقربا اور گھر والے تھے مکہ معظمہ مین بھی راحت وآرام کی صورت نظر نہ آئی بہت جلد روانہ ہوگئے۔

مسدس

کعبے مین بھی اک دن نہ ملا شاہ کو آرام
اعدا نے گذرنے نہ دئے حج کے بھی ایام
کوفے سے چلے آتے تھے نامے سحر و شام
کھولا پسر فاطمہ نے باندھ کے احرام
عازم طرف راہ الٰہی ہوے حضرت
تھی تیسری ذی حجہ کہ راہی ہوئے حضرت

جاتے تھے دل افسردہ وغمگین شہ ابرار
قبرین نظر آجاتی تھین صحرا مین جو دو چار
ہر گام پہ ہوتے تھے عیان موت کے آثار
فرماتے تھے شہ فاعتبروا یا اولی الابصار
جز خاک ملے گا نہ نشان بھی بدنون کا
انجام یہ ہے ہم سے غریب الوطنون کا

باتین تھین بھی پاس کی اور دور کی تقریر
شب کو کہین اُترے تو سحر کو ہوئے رہگیر
منزل پہ بھی آرام سے سوتے نہ تھے شبیر
جلدی تھی کہ ہوجائے شہادت مین نہ تاخیر
مقتل کا تھا یہ شوق شہ جن و بشر کو
جس طرح سے ڈھونڈے کوئی معشوق کے گھر کو

کعبہ کی جدائی سے جو مضطر ہوئے سرور
فریادی ہوئے کعبہ کی ہاتھ اوٹھا کر

پھنستا ہوں [illegible] ہے حافظ [illegible] اس حال ہوا حج بھی نہ جاؤں تو میسر

پاس آگے ترے در سے جواب دو چلا ہوں
تو عالم و دانا ہے کہ مجبور چلا ہوں

بچے مرے ہمراہ ہیں گرمی کا سفر ہے | رستہ بھی خطرناک ہے منزل پہ بھی ڈر ہے
ہاں فضل و کرم پر ترے بندے کی نظر ہے | ناگاہ صدا آئی کہ کیا تجھکو خطر ہے

ہر حال میں سایہ ترے سر پر ہے ہمارا
ہم پاس ہیں تیرے ترا دل گھر ہے ہمارا

کعبہ کی جدائی سے عبث ہوتا ہے مضطر | حاجی سے مجاہد کا ہمیں رتبہ ہے بہتر
جس راہ میں جاتا ہے نواسۂ سبط پیمبر | ایک ایک قدم میں ہے ثواب حج اکبر

الفت ہمیں تیری ہے تجھے چاہ ہماری
یہ گھر ہے ہمارا تو ہے وہ راہ ہماری

پھر حضرت امام حسین آگے بڑھے تو راستے میں محمد ابن حنیف ملے اور اونہوں نے کوفے والوں کی بے وفائیاں ظاہر کر کے روکنا چاہا۔ اور بہت منت خوشامد کی تو رات کو حضرت نے قیام فرمایا اور صبح کو پھر کوچ کی ٹھہرادی۔

مسدس

جو وقت بڑھا یا شۂ مظلوم نے رہوار | حاضر ہوئے ابن حنفیہ بدل زار
قدموں سے لپٹ کر کہا یا سید ابرار | اس جلدی سے جانیکا سبب کیجئے اظہار

میں سمجھا تھا شب کو کہ ٹھہر جاؤ گے مولا
کیا آج ہی بیکس ہمیں کر جاؤ گے مولا

لپٹا کے گلے بھائی کو رونے لگے حضرت
فرمایا کہ تھا رات تلک قصد اقامت
لیکن مجھے نیند آگئی جب تم ہوے رخصت
رویا مین میسر ہوئی نانا کی زیارت

تھا اشکون سے تر چہرۂ گلگون محمدؐ
آلودہ تھے سب خاک مین گیسوے محمدؐ

رو کر یہ کہا مین نے کہ یا شاہ خوش اقبال
بندہ تو ہے آفت مین یہ کیا آپکا ہے حال
فرمایا مین صدمے ترے اے فاطمہ کے لال
کھیتی کو مری دشمن دین کرتے ہین پامال

راحت کا محمدؐ کی سر انجام کہان ہے
جب تو ہوا بیچین تو آرام کہان ہے

افسوس مرے روضے پہ بھی رہنے نہ پایا
تجھکو نہین آزردہ کیا مجھکو ستایا
تو کعبے مین جسدن سے مجھے چھوڑ کے آیا
دل مین نے بھی مرقد کی اقامت سے اوٹھایا

ممکن نہین فرقت مین تری صبر نبیؐ سے
گھر تجھسے چھٹا اور چھٹی قبر نبیؐ سے

لکھی ہے زرارہ بن صالح نے روایت
ایکدم مین ہوئی فوج ملایک کی یہ کثرت
جز حق نہ شمار اونکا تھا ممکن کسی صورت
اوسوقت زرارہ سے یہ کہنے لگے حضرت

یاور مرے دیکھے مرے غمخوارونکو دیکھا
کیوں سید بیکس کے مددگارونکو دیکھا

پھر کہنے لگے ہنسکے زرارہ سے یہ سرور
خالق کی عنایت سے یہ سامان ہے میسر
چاہوں تو کرون جنگ مین اوس فوج سے چلکر
کس زیست پہ ہوں طالب جمعیت لشکر

[illegible]

تا مغفرت امت محبوب خدا ہو

جب تک مرا سر کٹ کے جدا ہوگا نہ تن سے
جب تک مرے بچے نہین بندھنے کے رسن سے
جب تک مین نہین رہنے کا محروم کفن سے
جب تک کہ یہ بھائی نہین چھٹینگا بہن سے

جب تک شہ مظلوم میرا نام نہوگا
امت کی شفاعت کا سرانجام نہوگا

یہ کہکے زرارہ سے چلے سرور ذیشان
سرداروں نے کی عرض کہ اے دین کے سلطان
جو آپ پر بانذہے ہوئے فوج نبی جان
ہم وہ ہین کہ بخشا ہے علی نے ہمین ایمان

ہم آپ کو لڑنے کے لئے جانے نہ دینگے
فرزند ید اللہ پہ آنچ آنے نہ دینگے

کس قوم سے درپیش ہے حضرت کو لڑائی
کون ایسے ہین سرکش اونہین کچھ شرم نہ آئی
مولا نے غلامونکی نہ کیون فوج بلائی
کرتے ہین محمد کے نواسے سے بڑائی

جنگ اونسے کرین دیجئے ہمین حکم وغا کا
جو آپکا دشمن ہے وہ دشمن ہے خدا کا

شہ نے کہا شرم آتی ہے کیا نام بتاؤن
غیر اونکو جو سمجھون تو بلانے پہ نجاؤن
وہ امت احمد ہین ہین کیا اونکو ستاؤن
سب مجھکو گوارا ہے جو تکلیف اوٹھاؤن

تلوارین بغیر اونکے مرے خون مین بہر کون
قتل اونکو گر و تم تو مجھے قتل کرے کون

جنات یہ سنکر گئے کرتے ہوئے زاری
لو ان چلا [illegible]
اور آگے بڑھی سبط پیمبر کی سواری
جس طرح [illegible]

پڑتی تھی یہ گرمی کہ مسافر تھے قلق مین
ڈوبے ہوے تھے فاطمہ کے پھول عرق مین

ہے سرد ہوا کے لئے جان تن مین ترستی
جلتی ہے زمین چرخ سے ہے آگ برستی
ویرانہ ہے کوسون نظر آتی نہین بستی
نزدیک ہے ہوجائے خزان گلشن ہستی

میلون کہین پانی نہ تہا سایہ نہ شجر تھا
لون چلتی تھی اور دہوپ تھی بنتا جگر تھا

روایت ہے کہ یہ دشوار گذار راستے طے فرماتے اور راہ کی سختیان اور مصائب اوٹھاتے منزل بمنزل چلے جاتے تھے۔ شعر۔

نبی کے لال کوفے کے سفر مین
اوٹھاتے تھے ستم منزل بمنزل

اثناء راہ مین حضرت مسلم اور اونکے فرزندون کی شہادت کا حال پُرملال معلوم ہوا سخت صدمہ پہونچا اور آپنے کوفیون کی بے وفائیونکی کیفیت سنکر واپس ہونیکا ارادہ فرمایا اوس وقت حضرت مسلم علیہ السلام کے بھائی اور فرزندون نے پلٹنے سے انکار کیا اور کہا کہ بعد مسلم کے ہمکو زندگی اچھی نہین معلوم ہوتی بلکہ کوفیون سے مسلم کے خون کا بدلا لینگے یا خود شہید ہوجائنگے حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ۔ لاخیر فی حیاتی بعدکم۔ یعنے بعد تمہارے زندگی کی خوبی نہین یہ فرمایا اور روانہ ہوگئے۔

درود آل پہ اصحاب و مصطفے پہ درود
حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

راوی لکھتا ہے کہ راہ مین حضرت امام علیہ السلام کو فرزوق شاعر ملا اونسے آپ کے
[illegible] سے دریافت فرمایا کہ کوفیون کی کیا کیفیت ہے

اوس نے عرض کیا کہ اونکے دل آپ کے ساتھ اور اونکی تلوار بنی اُمیہ کے ساتھ ہین
اور اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے اوس کی تقدیر سے چارہ نہین اپ نے فرمایا سچ ہے
حرف تقدیر مٹ نہین سکتا جبکہ کوفہ دو منزل رہگیا تو حُر بن ریاحی معہ ایک ہزار
سوار کے آملا اور ابن زیاد بدنہاد کے حکم سے آگاہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لئے
حکم ہے کہ جہان امام علیہ السلام ملین اونکو گرفتار کر لینا ایسا نہو کسی اور طرف چلے
جائین آپ نے فرمایا کہ اہل کوفہ کے اکثر خط میرے پاس موجود ہین اگر تم لوگ اپنے
قول و قرار پر قائم رہو تو مین چلون ورنہ پلٹ جاؤن حُر نے جواب دیا کہ مجھکو واللہ
اس حال کی خبر نہین اور نہ مین اپکو چھوڑ سکتا ہون الغرض حُر نے آپکو روکا اور آپ بحکم
قضا و قدر حُر بن ریاحی کے ساتھ ہوئے یہانتک کہ حُر آپکو کربلا مین لے آیا حضرت
امام علیہ السلام دوسری تاریخ محرم کو میدان کربلا مین رونق افروز ہوئے اور وہان کی
اوداسی اور بیابان کی وحشت دیکھکر اوس سرزمین کا نام دریافت کیا لوگون نے
عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ اس زمین کا نام نینوا اور ماریہ اور کربلا ہے آپنے
فرمایا اچھا میدان کرب و بلا یہی ہے — اور اوس وحشت ناک جنگل کی یہ کیفیت تھی

اوس جا نہ اترتا تھا نہ دم لیتا تھا رہگیر — تھا شور کہ اس آب مین ہے آگ کی تاثیر
پیاسون کے لئے اوسکی ہر اک موج ہے شمشیر — اس طرح ہوا چلتی تھی جس طرح چلین تیر

بجھتی نہ تھی وان پیاس کسی تشنہ گلو کی
بو آتی تھی اوس نہر کے پانی مین لہو کی

اترے اوسی میدان بلاخیز مین سرور — ایستادہ ہوئے خیمہ ناموس پیمبر
صحرا کی طرف دیکھکے خوش ہوگئے اکبر — دریا لے ٹہلنے لگے عباس [illegible]

تشنہ لوٹے ہوا نہر کی بھائی تمہین بہائی
ہان شمشیر ہو دریا کی ترائی تمہین بھائی

ترجمہ طبری وغیرہ مین تحریر ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا مین اترے تو حُر نے بطریق خیر خواہی عرض کیا کہ ابن زیاد بدنہاد کی فوجین برابر پہونچتی جاتی ہین آپ کوچ کرکے شبا شب اور کہین تشریف لیجایئے چنانچہ حضرت امام علیہ السلام نے وہان سے کوچ کرکے تمام رات قطع مسافت کی لیکن صبح کو جو پوچھا تو وہی کربلا کی زمین تھی اور بعض روایتون مین ہے کہ سات بار اس صورت سے اتفاق ہوا آخرکار یہانتک نوبت پہونچی کہ اونٹون کو مارتے تھے اور وہ اپنی جگہ سے قدم نہ بڑھاتے تھے اور جہان میخ گاڑتے تھے یا درخت سے لکڑی توڑتے تھے وہان سے خون کا فوارہ جاری ہوجاتا تھا آخر راضی برضاے حق ہوکر حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے وہ وعدہ کی جگہہ یہی ہے اور یہی ہمارا مقتل ہے۔

روایت ہے کہ جب امام علیہ السلام کربلا مین پہونچے ہین تو وہان کے گرد و غبار اور بھائی کی پریشانی اور بے سروسامانی کو دیکھکر حضرت کلثوم نے دریافت کیا کہ اے بھائی یہان میرے دل کو کمال بیقراری اور اضطراری ہے اور جب آپ کے گیسوئے غبار آلودہ دیکھتی ہون تو اور بھی پریشانی ہوتی ہے یہان سے جلد کوچ کیجے اور ہمین اور کسی طرف پہونچایئے آپ نے کلثوم کو کلمات صبر و رضا تلقین فرمائے

روایت ہے کہ ابن زیاد و بدنہاد نے ایک خط حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا اوس مین لکھا تھا کہ یا تو یزید سے بیعت کیجیے یا آمادہ جنگ ہوجایئے حضرت امام علیہ السلام نے خط ہاتھ سے پھینک دیا اور ایلچی سے فرمایا کہ ہمارے پاس

اسکا کچھ جواب نہین ہے ایلچی ابن زیاد بدنہاد کے پاس گیا اور جیسا آپ نے فرمایا

تھا وہ بیان کیا وہ سنکر غضبناک ہوگیا اور فوج کو جمع کیا اور فوج کا سپہ سالار

عمر ابن سعد کو بنایا عمر سعد نے امام علیہ السلام کے مقابلہ سے انکار کیا اوسوقت

ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ یا تو امام علیہ السلام سے لڑنے کیلئے جا یا حکومت ملک رے چھوڑ دے

اوس تیرہ دل نے حکومت رے اختیار کی اور دنیا کی طمع مین شہنشاہ دین کے

مقابلے مین فوج کا سالار بنکر آیا اور ابن زیاد برابر فوج و لشکر جمع کرتا تھا اور

عمر سعد کے پاس روانہ کرتا تھا یہانتک کہ جمع ہوگئے بائیس ہزار سوار اور پیادہ

اور گھیر لیا نہر فرات کو تاکہ امام علیمقام کو ایک ایک بوند پانی سے ترسائین اور

اہل بیت اطہار اور ذریت احمد مختار ایک قطرہ پانی نہ پائین۔

روایت ہے کہ ابن سعد مع لشکر ساتوین تاریخ ماہ محرم کو کربلا مین پہونچا اور

فرات کے کنارے اترا اور امام تشنہ کام پر پانی بند کر دیا ننہے ننہے بچے پانی کے

مارے بیتاب ہوئے جاتے تھے اور مثل ماہی بے آب تڑپتے تھے اوس وقت بریر

ابن حصیر ہمدانی جو امام تشنہ کام کے رفیق تھے لشکر ابن سعد کے پاس گئے اور سلام نکیا

اوسنے کہا کہ اے بریر سلام رسم اسلام اور سنت خیر الانام ہے تم نے کیسلئے ترک کیا مجکو

مسلمان نہ سمجھا اونھون نے جواب دیا کہ واے اوپر اہل اسلام کے کہ فرات ایک دریا ہے

کہ جس سے ہزارون چرند پرند پانی پیتے ہین اور تمام جانور سیراب ہوتے ہیں اور تم

جنکا کلمہ پڑہتے ہو اوس رسول کے نونہالون کو ایک ایک بوند پانی سے ترساتے ہو

اور پھر مسلمانی کا دعوی کرتے ہو اوسنے جواب دیا کہ یہ سب سچ ہے لیکن حکومت ملک

درود آل پے اصحاب مصطفے پلے درود حسن حسین پے حیدر پے فاطمہ پے درود	

راوی لکھتا ہے کہ ساتوین تاریخ سے دسوین محرم تک اوس سخت گرمی مین اہل بیت اطہار نے ایک بوند پانی کی نپائی ننھے ننھے شیر خوار بچے ماؤنکی گودون مین بلکتے تھے اور پانی کا نام زبان پر نہ لا سکتے تھے بعض سکتے کے عالم مین خاموش اور بعض شدت تشنگی سے بے ہوش تھے۔

راوی لکھتا ہے کہ ساقی کوثر مالک بحر وبر یعنی امام تشنہ کام کی زبان سوکھ کر کانٹا ہوگئی تھی بولا تک نہین جاتا تھا اشارون سے کام لیتے تھے افسوس ہزار افسوس امام تشنہ کام کے خیمہ دہوپ مین ایستادہ اعدا قتل کرنے پر آمادہ نہ کوئی مونس نہ غمخوار نہ کوئی یار نہ مددگار جان و دل جانب پروردگار ننھے ننھے بچون کی تشنگی سے بیقرار انکھون سے ہر لحظہ اشکبار کلام مجید کی تلاوت کا ہردم شوق وصال حق کا بیحد ذوق ایسی حالت مین ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ جو حال ہے آپکے سامنے ہے کوفیون نے ڈیڑہ سو خط بھیجکر با صرار تمام مجھے یہان بلایا ہے اور آپ ہی بلا سبب میرے خون کے پیاسے ہین۔

راوی لکھتا ہے۔ کہ جب دشمنان بیدین نے اہل بیت پر پانی بند کیا اور پیاس کی شدت سے کسیکو بات کرنیکی تاب نرہی اوسوقت امام تشنہ کام نے ابن سعد ظالم کو یہ لکھا کہ تین کامون مین سے ایک کام اختیار کر یا تو مجھکو چھوڑ دے جو مکہ معظمہ کو چلا جاؤن یا اجازت دے کہ اپنے بال بچون کو لیکر کسی اور شہر مین نکل جاؤن یا یزید کے پاس

لکھا اوس منحت نے کہلا بھیجا کہ اگر امام بیعت قبول کریں تو بہتر ورنہ بہت جلد قتل کرڈالیے
مین نے تجھکو لڑائی کے لئے بھیجا ہے نہ کہ صلح کے واسطے چنانچہ ابن سعد شقی نے
کہلا بھیجا کہ یا تو آپ یزید کی بیعت قبول کیجئے یا سامان جنگ درست فرمایئے
یہ جواب سنکر امام تشنہ کام کو یقین کامل ہوگیا کہ یہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہین اب
اپنا سر ہے اور دشمن کا خنجر ظاہر مین تو یہ باتین آپ اتمام حجّت کے واسطے فرماتے
تھے مگر باطن مین شوق شہادت دامنگیر حال تھا نہ جان جانیکی پروانہ سر کٹنے کا
خیال تھا بعد اوسکے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے تمام عزیزون اور رفیقونکو
بلاکر فرمایا کہ اے لوگو مین آج نہایت خوشی کے ساتھ رخصت کرتا ہون اور اجازت
دیتا ہون کہ تم مین سے جسکا جہان جی چاہے بے تکلف چلا جائے میرے لئے اپنی
جان نہ گنوائے اور جو حق خدمت گذاری اور تابعداری کا تھا وہ تم سب لوگ بجالائے
میرا خدا تم سے راضی اور میرا نانا رسول تم سے خوش اور میری مان فاطمہؓ تم سے شاد
اور میرے بابا علی تم سے رضامند ہین مین ظالم کے پنجے مین گرفتار ہون جو کچھ پڑیگی
سہون گا اب یہ نہین چاہتا کہ تم سب میرے ساتھ اپنا گلا کٹاؤ اور اپنی تکلیفین
اور مصیبتین مجھے دکھلاؤ یہ سنکر تمام عزیز اور رفیق جو جان نثار اور عاشق زار تھے
زار زار رونے لگے اور بیتاب و بیقرار ہونے لگے اور عرض کیا کہ دین اور دنیا
کی دولت اور عقبی کی نعمت تو حضرت کے قدمون کے تلے ہے یہ قدم چھوڑکر کہان جائین
اور بغیر آپکے کیا خاک زندگی کا ذائقہ اوٹھائین شب شہادت وہ رات جسکی صبح
کو قیامت صغریٰ قائم ہوگی کیسی رات تھی یعنی رات یتیم کے دل کی اوداسی سے سوا

کا امیدوار کہ آفتاب نکلنے نہ پائے ہر ستارہ دست بدعا کہ سحر کی نوبت نہ آئے ایک

ایک ستارہ چشم عشاق کی طرح چمکتا کہ حور و ملائکہ آپس میں غمناک جنگل کے چرند و پرند

بے خور و خواب وحش و طیور آشیانوں میں بے تاب تمام میدان کربلا میں ہوا کا

سناٹا اور ہو کا عالم ہر جڑی بوٹی دیدۂ حسرت سے خونبار روح رسول مقبول معہ

گروہ انبیا دست بدعا علی مرتضیٰ معہ صفوف اولیا عافیت خواہ فاطمہ زہرا معہ حوران

خلد نذر فرزند پر آمادہ اور ذبیح اللہ سے مستقیم زیادہ اور یہاں اہل بیت اطہار

ظالمان خونخوار کے پنجوں میں گرفتار تین دن کے بھوکے پیاسے سجادۂ عبادت

پر نگون سار شوق شہادت میں جینے سے بیزار خصوصاً امام تشنہ کام یاد الٰہی

میں مشغول نہ اپنے سر کی خبر خنجر قاتل کا خیال شوق نظارہ تجلیات میں مغلوب

الحال اوسی حالت استغراق میں کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسول مقبول معہ گروہ

ملائکہ میدان کربلا میں تشریف لائے اور امام تشنہ کام کو سینے سے لگا کر فرمایا

کہ اے نور نظر واے لخت جگر دشمن تیرے قتل پر آمادہ ہیں یہ لوگ میری شفاعت

سے قیامت میں محروم رہینگے دیکھہ میرے فرزند سر رشتہ صبر و استقلال موروثی

کو ہاتھہ سے نہ دینا اور قریب ہے کہ تو درجہ شہادت پائے اور کل تک تین دن کا

بھوکا پیاسا میرے پاس آئے بہشت تیرے واسطے آراستہ ہے ماں باپ تیرے

انتظار میں ہیں یہ فرما کر حسین علیہ السلام کے سینہ پر ہاتھہ رکھا اور فرمایا اللہم

اعط الحسین صبراً و اجراً یا خدایا میرے حسین کو صبر اور اجر اہل شہادت کا عطا فرما۔

[illegible] ہوئے اور امام علیہ السلام کے لشکر مین تکبیر کا غلغلہ بلند ہوا
اودہر فوج اشقیا مین طبل جنگ بجا ادہر تیمم سے نماز پڑہنے کی تیاری اور زبان پر
کلمہ شہادت جاری اودھر دشمن آمادہ جفا کاری اور تلوار و تیر اندازی ادھر شوق
شہادت دامنگیر حال اودہر باغ زہرا کے تاراج کرنے کا خیال ادہر تمناے د
خیال باری اودہر تن سے سر جدا کرنیکی تیاری ادہر نماز زبان لتشنہ لب کو درجہ شہادت
کی آرزو اودہر خیمہ ناموس پیمبر کے لوٹنے کی گفتگو الغرض جسوقت امام تشنہ کام
صبح کی نماز سے فارغ ہوئے عمامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک
پر رکھا پٹکا حسن مجتبی کا کمر سے باندہا ذوالفقار حیدر کرار ہاتھ مین لیکر خیمہ مین
سب سے رخصت ہونیکو آئے خیمہ اقدس مین شور قیامت برپا ہوا آپ نے سبکو
رونے سے منع فرمایا اور خیمہ سے رخصت ہوکر باہر آئے گھوڑا سواری کے واسطے
منگوایا جسوقت سواری کو آیا اوسکی طرف دیکھکر آبدیدہ ہوئے اور میدان کارزار
مین تنہا آئے پہلے لشکر اعدا سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے لوگو ذرا اپنے دل مین
غور کرو کہ جناب احمد مجتبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم جنکا تم لوگ کلمہ پڑہتے ہو
اونکا مین کون ہون حضرت علی مرتضی شیر خدا جنکی ولایت کے تم قائل ہو وہ میرے
کون ہین اے اہل عراق کیا مین نے تم مین سے کسی کا خون کیا ہے جو میرے خون
کے پیاسے ہو کیا تمہارا کچھ مال و اسباب چھین لیا ہے جو ایذا رسانی پر تلے ہوئے
ہو ذرا سوچو تو کہ تمکو خون بہانا روا ہے یا نہین تم سبنے آپ ہی مجھکو خطوط لکھکر
دغا سے بلایا ہے اور اب آپ ہی میری خونریزی کے لئے تیار ہو ادہر فرات ایک
[illegible]

ایک ایک بوند پانی سے ترساتے ہو اے قوم سیہ کار ہمارا کام ہدایت ہی ذرا خدا
اور رسول سے ڈرو اور میرے خون ناحق سے درگذرو یہ سب باتین اون اشقیا
نے سنی لیکن کچھ جواب ندیا آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ مین نے حجت تمام کی اور جو
حق ہدایت اور نصیحت کا تھا وہ بجا لایا پس آپ لشکر مخالفین سے واپس آئے
اور عزیزون اور رفیقون کو بلایا اور ناچار ہو کر جنگ و جدل کا قصد فرمایا۔

روایت ہے۔ کہ سید معصوم نے خیمہ کے گرد اگرد ایک خندق کھدوادی اور اوس
مین اسی خیال سے آگ روشن کروی تاکہ دشمن خیمہ مبارک تک نہ آسکین اور
اہل بیت کو کچھ ایذا نہ پہونچا سکین بس پھر لڑائی کی ٹھہرادی میدان کارزار
گرم ہوا اور سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام نے ہی میدان کا عزم کیا رفیقون
اور جان نثارون نے عرض کیا کہ جب تک ہم لوگ زندہ ہین آپکو اپنے سامنے
ہرگز اشقیا کے مقابلے مین جانے ندینگے جب ہم لوگ سب شہید ہو جائنگے اوس
وقت آپکو اختیار ہے راوی لکھتا ہے۔ کہ ہرچند دلاوران لشکر امام علیہ السلام
تین دن کے بھوکے اور پیاسے تھے لیکن ہمت اور جرأت اور دلاوری مین ایک ایک
شہرہ آفاق اور شہادت کا مشتاق تھا چنانچہ جس وقت لڑائی شروع ہوئی
تو ادہر ایک ایک دلاور رجز خوان باہر آتا تھا اور ادہر کے سو سو پچاس پچاس
ظالم ملکر اوسکو شہید کرتے تھے **شعر**

بھوک مین پیاس مین ایک ایک ہزارون سے لڑا	کیا بہادر تھے غضب کے گھرانے والے

اور امام تشنہ کام خود لشکر اعدا مین تنہا جاتے تھے اور اپنے پیارون کی ایک ایک

[illegible] ایک ایک حضرت کے بعد شہید ہوجاتے تھے اور آپ گھبرواتے اور غریب تنہا
پانے لگے یہان تک کہ پچاس آدمیون سے زیادہ شہید ہو چکے پھر تو امام تشنہ کام
چلا اوٹھے کہ کیا کوئی فریادرس نہین ہے جو اللہ کے واسطے آج ہماری فریاد کو پہونچے
افسوس کیا کوئی بچانے والا نہین ہے جو آج حرم رسول اللہ کو بچائے افسوس
رسول مقبول کو قیامت کے روز یہ لوگ کیا جواب دینگے میدان کربلا مین رسول کا
کلمہ پڑہتے جاتے تھے اور اپنے آپکو مسلمان بتاتے جاتے تھے اور پھر قتل امام پر
آمادہ تھے کیسے عذاب الٰھی سے بیخوف وخطر اور کسقدر روز بازپرس سے نڈر تھے
روایت ہے۔ کہ یہ فریاد آپکی کچھ ہراس یا عدم استقلال کے باعث نہ تھی بلکہ محض
اسواسطے تھی کہ دیکھین اس وقت مین کون گروہ ناعاقبت اندیش سے باہر آتا ہے
اور کون بارگاہ ایزدی سے ہدایت پاتا ہے سو یہ دولت سعادت روز اول سے
حُر بن ریاحی کے حصے مین تھی یعنی آپکی بیکسی اور تنہائی دیکھکر اور آواز فریاد سنکر
بےتاب ہوگیا اور عنایت سرمدی نے اوسکو چاہ ضلالت سے نکالا اور امام تشنہ
کام کا جان نثار بنایا سبحان اللہ۔

حُر کی شہادت کا بیان

واہ کیا فارس میدان تہور حُر تھا
ایک دو لاکھ سواروں مین بہادر حُر تھا

نار دوزخ سے اُلُو ذر کیطرح حُر حُر تھا
گوہر تاج سر عرش ہو وہ دُر حُر تھا

ڈھونڈلی راہ خدا کام بھی کیا نیک ہوا
پاک طینت تھی تو انجام بھی کیا نیک ہوا

شافع حشر نے خوش ہوکے بحل کی تقصیر	تکیۂ زانوے شبیر ملا وقت اخیر

اوج اقبال و حشم فوج خدا مین پایا
جب ہوا خاک تو گھر خاک شفا مین پایا

آیا کس شوق سے کعبہ کی طرف چھوڑ کے دیر حق نے لکھدی تھی جو تقدیر مین فردوس کی سیر	کوئی حضرت کا یگانہ بھی نہ سمجھا اوسے غیر فتنہ و شر سے بچا ہو گیا انجام بخیر

ذکر خیر اوسکے موئے پر بھی ہوے جاتے ہین
عمل خیر تو ہر وقت مین کام آتے ہین

اللہ اللہ حر صفدر و غازی کا نصیب ہجر مین لطف ملاقات کا دوری مین قریب	جان محبوب اٹھی جسے فرمائے حبیب وہی کام آتے ہین محسن کے جو ہوتی ہین نجیب

صدقے ہو جائے اسے عشق ولی کہتے ہین
اسکو دنیا مین سعید ازلی کہتے ہین

کیون نہ پایندہ ہو اوسکا چمن جاہ و جلال بکھو گیا فاطمہ کے باغ مین آتے ہی نہال	جسکو سرسبز کرے خود اسد اللہ کا لال وہ ثمر پائے کہ پہونچے نہ جہان دست خیال

کھل گیا غنچہ دل عذر جو منظور ہوے
صورت برگ خزان عقدۂ گنہ دور ہوے

جبکہ حُر بن ریاحی معہ اپنے بیٹے اور غلام اور بھائی کے امام علیہ السلام کے حضور مین حاضر ہوا تو دست بستہ ہو کر عرض کی اے فرزند رسول اور اے نور دیدۂ بتول پہلے آپکی گرفتاری کے واسطے یزید پلید کی طرف سے مین ہی روانہ ہوا تھا اور آپکو

اور لشکر جان نثاری کیواسطے خاص مین ہی حاضر ہوا ہوں اس صورت مین میری توبہ
قبول ہوگی یا نہین اور سخت نادم ہون کہ کل قیامت کے دن جناب رسول خدا اور علی
مرتضی کو کیونکر منہ دکھاؤنگا آپ نے حُر کو اپنے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اے حُر اللہ پاک
نے تیری توبہ قبول فرمائی. کل میدان قیامت مین میرے نانا رسول خدا اور باپ
علی مرتضی اور میری مان فاطمہ زہرا خوشنود ہونگے. اے حُر تو دل شاد رکھ کہ میری
دوستی کے سبب سے دنیا مین بُرائی ہے اور عقبی مین آتش دوزخ سے آزاد ہے
بس حُر خوش ہوگیا اور اپنا گوہر جان قدمون پر نثار کرنے کے لئے میدان کی اجازت
چاہی آپ نے حُر کے اصرار سے ناچار اجازت میدان مین جانے کی عطا فرمائی۔

مسدس

رن مین جب شہ کی طرف سے حُر دیندار آیا — کس بشاشت سے اُڑتا ہوا رہوار آیا
غل ہوا سید مظلوم کا غمخوار آیا — جان نثار خلف حیدر کرار آیا

طبق نور سر راہ نظر آتا تھا
جلوۂ قدرت اللہ نظر آتا تھا

آنے جانے کا بہادر کے گر دن کیا مذکور — پہلے کچھ اور ہی جلوہ تھا ہوا اب اور ظہور
اے خوشا رتبۂ فیض قدم پاک حضور — غل تھا آتا ہے ملک پہنے ہوئے خلعت نور

صحبت اہل ولا دلکو جلا کرتی ہے
مس کو اک آن مین اکسیر طلا کرتی ہے

مہر ذرہ ہے جہان چہرۂ روشن ایسا — چاند بھی جس سے کرے کسب ضیائن ایسا

قسمت حر میں لو باد بہار آئی
قاف میں نمل ہے سلیمان کی سواری آئی

حر پکارا کہ بجا کہتے ہو بے شک لاریب | دامن حضرت شبیر نے ڈھانپے ہیں عیب
دولت دین سے نہ دامن مرا خالی ہو نہ جیب | بارک اللہ کی دیتا ہے صدا ہاتف غیب

فیض پا کر پے شمشیر زنی آیا ہون
یان سے محتاج گیا وان سے غنی آیا ہوں

رخ روشن کو ادھر تکتے ہو کیا حسرت سے | ملکے آیا ہوں منہ اپنا قدم حضرت سے
نور وہ ہے جسے دیکھیں نظر رغبت سے | وائے وہ لوگ جو محروم ہیں اس دولت سے

مجھکو بھی دیکھ کے بیدار نہیں ہوتے ہو
ہے غضب آنکھیں تو کھولے ہو مگر سوتے ہو

یہ سخن سنکے پکارا پسر سعد شریر | ہان طرفدار شہ دین پہ چلیں نیزہ و تیر
پہلے حر ہی پہ بڑھا فوج کا انبوہ کثیر | فاتحہ پڑھ کے جوان مرد نے کھینچی شمشیر

حر کا منہ سرخ ہوا فوج ستم زرد ہوئی
شعلہ تیغ سے بجلی کی چمک گرد ہوئی

رعد ٹھہرا گیا نعرے جو سنے ضیغم کے | استخوان کانپ گئے زیر زمین رستم کے
تہ و بالا ہوئیں لشکر کی صفیں جم جم کے | برق شمشیر سے ڈر ڈر کے فرس بھی چمکے

نوبت جنگ نہ آئی تھی کہ دل ٹوٹ گئے
بیرقیں گر گئیں ہاتون سے نشان چھوٹ گئے

حشر برپا تھا کہ تیغ حر ذیجاہ چلی | آگ برسانے کو بجلی سوے جنگاہ چلی

چال کیا تھی کہ ہزارون کے گلے کٹتے تھے

پھونکنے بجلی کو یہ اوس آگ کا ہے پرکالا
برچھیان چل گئیں اوسپر جسے دیکھا بھالا
کاٹ جائے تو کبھی ہاتھ پہ پھر بندا پھر کالا
آگیا دام مین جس شخص پہ ڈورا ڈالا

اسکے پانی مین کف مار سیہ گھولا ہے
باڑھ ہے یا ملک الموت نے منھ کھولا ہے

آئے جس غول پہ لاشون سے زمین پاٹ گئی
چاٹ ایسی تھی لہو کی کہ صفین چاٹ گئی
ہاتھ منھ صدر و کمر گردن و سر کاٹ گئی
دیکھی تیغون کی جدہر باڑھ اوسی گھاٹ گئی

جس پہ جاتی تھی نہ لے جان لئے پھرتی تھی
ایک بجلی تھی مگر لاکھ جگہہ گرتی تھی

نہ تھمی سنگ سے وہ اور نہ رکی آہن سے
نہ اوٹھی اوسکی کڑی ضرب کبھی جوشن سے
ہاتھ اوڑا دیتی تھی پہونچون سے تو سر گردن سے
چلتی تھی باد مخالف جدہر آئی سن سے

جوش طوفان کا دکھا کر وہ خوش اسلوب گئی
خون کے دریا مین سر اک کشتی تن ڈوب گئی

صید کرنیکو جدہر صورت شہباز آئی
غل ہوا تیہر شاہین کے تلے تاز آئی
لاکھ ترپا وہ نہ لے جان لئے باز آئی
اوڑ گیا طائر جان اور نہ آواز آئی

گرچہ قبضے مین لئے تھی اوسے پر چھوڑ دیا
تہا نہ بس صید زبون کاٹ کے سر چھوڑ دیا

آسکے آتش سوزان کا اثر دکھلایا
تاب نے برگ منعاجات کا گھر دکھلایا

تیغ کہتی تھی در فتح طلسم مفتاح ہوں میں
قول قبضہ کا یہ تھا قابض ارواح ہوں میں

شور تھا آگ ہے تلوار میں یا پانی ہے
ضرب میں فرد ہے زور میں لاثانی ہے
جل بجھی کشتی تن خون میں طوفانی ہے
کہتا تھا حر یہ فقط قوت ایمانی ہے
زور تھا جو مجھ میں نہ ایسا نہ وغا کی طاقت
ہے یہ سب سبط پیمبر کی دعا کی طاقت

کہکے یہ فوج میں پھر تشنہ جگر ڈوب گیا
لشکر شام کے بادل میں قمر ڈوب گیا
ورطہ قلزم آفت میں گہر ڈوب گیا
کشمکش تھی کہ عرق میں گل تر ڈوب گیا
تھا کبھی شیر سا بپھرا ہوا شمشیروں میں
کبھی نیزوں کے نیستاں میں کبھی تیروں میں

بڑھ کے فرماتے تھے عباس زہے عزت و جاہ
کہتے تھے ابن حسن واہ حر غازی واہ
بارک اللہ کی دیتا تھا صدا دلبر شاہ
شاہ ہر ضرب پہ فرماتے تھے ماشاء اللہ
اپنی جانبازی کا غازی جو صلا پاتا تھا
مسکراتا ہوا تسلیم کو جھک جاتا تھا

حیف جھکنے میں لعینوں نے جو فرصت پائی
لاکھ خونریز ادھر اور ادھر تنہائی
سامنا چھوڑ کے سب فوج عقب سے آئی
باگ گھوڑے کی پھراتا تھا کہ برچھی کھائی
آگیا موت کے پنجے میں نہ کچھ دیر لگی
فرق پر گرز لگا دوش پہ شمشیر لگی

جا بین امداد کو لئے علم ہو تو لے اکبر — شہ نے فرمایا کہ خود جاؤنگا بین اے دلبر

کس سے اسوقت کہون مین جو قلق مجھپر ہے
لاش اوٹھاؤنگا کہ مہمان کا حق مجھپر ہے

اوسکے لاشے پہ نجائین یہ مروت سے دور — اوس سے ہم شاد ہو وہ بھی تو ہو کچھ مسرور
قصر خلد اوسکو دکھائین کہ ہوئے عفو قصور — سرخرو جاتا ہے دنیا سے وہ خالق کے حضور

ایسا ذی رتبہ کوئی خلق مین کم نکلیگا
مرے مہمان کا مرے گود مین دم نکلیگا

یہ سخن کہکے چلے رن کو جناب شبیر — وان گرا خاک پہ گھوڑے سے حر با توقیر
دیکھکر شاہ کو آتے ہوئے بھاگے بے پیر — پہونچے لاشے پہ امام دو جہان وقت اخیر

چمن ہستی مہمان کو اوجڑتے دیکھا
ایڑیان خاک پہ زخمی کو رگڑتے دیکھا

کہا اے حر جری مین تیری ہمت کے فدا — اسکو کہتے ہین محبت اسے کہتے ہین وفا
ہے بیکس ترا شرمندہ احسان بخدا — بس یہی بھائی کیا کرتے ہین جو تو نے کیا

حق تعالی اچمن خلد مین گھر دے بھائی
اس ریاضت کا خدا تجھکو ثمر دے بھائی

حر کو چونکا کے حبیب ابن مظاہر نے کہا — شاہ بے تاب ہین اے حر جری ہوش مین آ
دیکھ آئے ہین جگر بند جناب زہرا — کوچ درپیش ہے یہ وقت نہین غفلت کا

دم جو رکتا ہے اشارے سے وصیت کر لے

کسی آقا نے کبھی کی ہے یہ توقیر غلام
بھائی فرماتے ہیں شفقت سے شہ عرش مقام
دیکھ لو رحم ترے واسطے روتے ہیں امام
اے خوشا حال خدا ایسا کرے نیک انجام

حشر تک خلق میں یہ ذکر غم انگیز رہا
تو تو بچپن کے غلاموں سے بھی کچھ تیز رہا

نیم وا چشم سے حر نے رخ مولا دیکھا
مسکرا کے طرف عالم بالا دیکھا
زیر زانوے شبیر کا تکیا دیکھا
شہ نے فرمایا کہ اے حر جری کیا دیکھا

عرض کی حسن رخ حور نظر آتا ہے
فرش سے عرش تک اک نور نظر آتا ہے

باغ فردوس دکھاتا ہے مجھے اپنی بہار
شاخ سے میری طرف بڑھتے ہیں پھل ہر بار
صاف نہریں ہیں رواں جھوم رہے ہیں اشجار
حوریں لاتی ہیں جواہر کے طبق بہر نثار

ہے یہ رضوان کی صدا دھیان کدھر ہے تیرا
دیکھ لے شاہ کے مہمان یہ گھر ہے تیرا

قبلہ رو کیجیے لاشہ مرا اے قبلۂ دین
کوچ نزدیک ہے اے بادشہ عرش نشین
پڑھیے یٰسین کہ اب ہے یہ دم باز پسین
لیجیے تن سے نکلتی ہے مری جان حزین

بات بھی اب تو زباں سے نہیں کی جاتی ہے
کچھ اوڑھا دیجیے مولا مجھے نیند آتی ہے

کہہ کے یہ گود میں شبیر کی لی انگڑائی
شہ نے فرمایا ہمیں چھوڑ چلے تم بھائی
آیا ماتھے پہ عرق چہرہ پہ زردی چھائی
چل بسے حر جری پھر نہ کچھ آواز آئی

طائر روح نے پرواز کی طوبیٰ کی طرف

پہلیاں رنگین پھر گئیں والا کی طرف

حضرت امام علیہ السلام حُر کو اوٹھا کر اپنے خیمہ مبارک کے قریب لائے اور حُر کا سر اپنے زانوئے اقدس پر رکھا اور اپنے دامن اطہر سے اوسکے چہرے کا گرد و غبار صاف کیا امام برحق اور آپ کے گھر والے حُر کی وفاداری اور جان نثاری کو یاد کر کر کے بہت روئے بعد اوسکے حُر کا بھائی اور بیٹا اور غلام باری باری سے امام تشنہ کام سے اجازت لے لے کر میدان کو سدھارے اور اسی طرح مردانگی اور دلاوری دکھلا دکھلا کر اشقیا کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہادت اولاد عقیل ابن ابی طالب

19

روایت ہے کہ جب حُر وفادار نے بھی شہادت پائی تو آپ لشکر امام مین سوائے اونیس آدمیون کے کوئی باقی نہ رہا کہ وہ سب بھائی اور فرزند اور بھتیجے اور بھانجے تھے اس وقت امام مظلوم نے تن تنہا خود میدان کارزار مین جانے کا ارادہ فرمایا تو سب کے سب آپ کے قدمون پر گر پڑے اور عرض کیا کہ آج آپ کے سامنے ہم بھی شربت شہادت نوش کر کے جنت کو سدھارینگے اور زور ہاشمی اون نابکارون کو دکھلائینگے آج تو ہمارے سر حضور کے قدمون پر نثار ہونگے اور یہ جنگل ہمارے خون سے لالہ زار ہونگے امام علیہ السلام سب کی طرف دیکھکر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ تم سبکا میرے سامنے شہید ہونا اور میرا بیکسی اور بے بسی مین ایک ایک کو رونا کیسا صدمہ عظیم کا باعث ہی الغرض سب سے پہلے حضرت عبد اللہ فرزند مسلم رخصت کے واسطے آئے امام عالیمقام نے فرمایا کہ اے عبد اللہ تم یادگار مسلم بن عقیل ہو ہرگز میدان کو نجاؤ اور مجھکو اپنی جدائی

کی اجازت دیجیے تاکہ اپنے باپ مسلم اور دونون بھائی محمد اور ابراہیم کا بدلہ ان

نابکارون سے لیکر بہشت مین باپ اور بھائیون سے جا ملون آپ نے ناچار باصرار

تمام رخصت فرمایا حضرت عبد اللہ میدان کارزار مین آئے اور شمشیر آبدار سے کشتون

کے پشتے لگادئے جو سامنے آتا تھا زندہ پھر کر نجاتا تھا الغرض سب نے یکبارگی

حملہ کیا اور اس بہادر کو نرغے مین گھیر لیا حضرت عبد اللہ تین دن کے بھوکے پیاسے

ضعف سے نڈہال تھے دو چار زخم تلوار کے کھاکر اور بھی بیحال ہوگئے اور گھوڑے

سے فرش زمین پر گرے اور شربت شہادت پیکر جنت الفردوس کو سدھارے

امام علیہ السلام اونکی لاش کو خیمہ مین اوٹھاکر لائے اور بہت روئے بعد اون کے

جعفر بن عقیل اور اونکے بھائی عبد الرحمن بن عقیل کارزار مین آئے اور داد شجاعت

دیکر جنت کو روانہ ہوئے اسی طرح نوبت بنوبت بھائی اور بھتیجے برابر شہید ہوتے

جاتے تھے اور آپ اونکے فراق مین آنکھون سے آنسو بہاتے تھے اور خیمے مین لاتے

تھے اور تمام اہل بیت مین شور و فریاد گریہ و زاری ہوتی تھی بعد اوس کے حضرت

زینب نے اپنے فرزندون کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم سے زیادہ مجھکو بھائی عزیز

ہے آج مین خوشی کے ساتھ تم کو رخصت کرتی ہون اور میدان کارزار کی اجازت

دیتی ہون جاؤ اور گوہر جان اپنے ماموں کے قدمون پر نثار کرو لیکن پہلے اون کی

خدمت مین باقاعدہ حاضر ہوکر میدان کی اجازت طلب کرو یہ دونون شہزادے

پہلے ہی سے تیار تھے اور پاس ادب سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے مان کے فرمانے سے

خوش ہوگئے اور شوق شہادت دل مین پیدا ہوگیا اور امام تشنہ کام کے حضور مین

تو خیال کرکے فرمایا تم خیمے مین جاؤ اور یہ بات ہرگز خیال مین نہ لاؤ آخر کار دونون نے اصرار کیا اور بدقت تمام امام علیہ السلام سے رخصت حاصل کی۔

مسدس

دو یوسفِ بازار قضا آتے ہین رن مین
دو گوہر دریائے وغا آتے ہین رن مین
سبطین شہ عقدہ کشا آتے ہین رن مین
کس طور سے دونون شہدا آتے ہین رن مین
شانِ اسد اللہ سے توسن پہ چڑھے ہین
ہشیار کہ زینب کے پسر رن پہ چڑھے ہین

جسوقت برآمد ہوئے خیمے سے وہ مہرو
اسوقت تو پھر نہ رہا شاہ کا قابو
بس بیٹھ گئے خاک پہ بہنے لگے آنسو
چلاتی تھی پردے سے لگی زینب خوشخو
دو روز کے پیاسو تمھین اللہ کو سونپا
حیدر کے نواسو تمھین اللہ کو سونپا

ماں صدقے بزرگون کے چلن بھول نہ جانا
سیکھے ہین جو کچھ جنگ کے فن بھول نہ جانا
آداب شہنشاہ زمن بھول نہ جانا
جو ہم نے کہا ہے وہ سخن بھول نہ جانا
وہ کہتے تھے جرأت تو خدا داد ہے اماں
تشویش نہ کیجیے ہمین سب یاد ہے اماں

یہ کہکے رکابون مین قدم دونوں نے ڈالے
گھوڑون پہ ہوئے جلوہ نما گیسوں والے
تن تن کے جو کاندھو پہ رکھے برچھیان بھالے
ماں تکتی تھی ہاتون سے کلیجے کو سنبھالے
رہوار کو تیز جیسی تھی چلنے مین صبا پر
دو چاند کے ٹکڑے نظر آتے تھے ہوا پر

گھوڑون کی وہ شوخی وہ سوارون کا تجمل
غل تھا یہ جری ہین پسر صاحب دُلدُل
دو ایک سے دوسرے مین رخ ایک سے دو گل
پایا ہے عجب زلف مسلسل نے تسلسل

ان گیسوؤن مین نکہت مشک تتری ہے
سنبل کو بھی گلزار مین شوریدہ سری ہے

پیشانیان روشن مہ انور سے زیادہ
سجدون کے نشان نور مین اختر سے زیادہ
خم ابروؤن کے تیغون سے خنجر سے زیادہ
پلکین کہین سر تیزی مین نشتر سے زیادہ

آفت مین غزالون کو گرفتار کیا تھا
نرگس کو انہین آنکھون نے بیمار کیا تھا

لشکر مین یہ تھا شور کہ لین دونون نے باگین
غل پڑ گیا شیر آتے ہین کس سمت کو بھاگین
جو بیٹھے ہین اُٹھین جنہین غفلت ہے وہ جاگین
یہ وہ ہین جنہین ہین عمر و شمر سے لاگین

دعوی ہے انہین مثل علی صف شکنی کا
ہان غازیو یہ وقت ہے شمشیر زنی کا

ڈنکے پہ لگی چوب علم کھل گئے سارے
بڑھ بڑھ کے نقیبانِ جفاکار پکارے
یہ شیر ہین دونون اسد اللہ کے پیارے
اسپ و زرہ جاگیر وہ لے جو انہین مارے

پیچھے نہ ہٹو گو یہ جوان مرد بڑے ہین
دو طفل کہین لاکھ سوارون سے لڑے ہین

یہ سنتے ہی بس چھوٹی سی تیغون کو اُٹھا کر
ایک ایک سے دونون نے کہا آنکھ ملا کر
لو ہمتو چلے آتے ہین گھوڑون کو بڑھا کر
روکے تو بھلا اور کوئی سامنے آکر

کھینچے ہے جہان تیغ وہان کھیت پڑے ہین

چھوٹے ہین جو اس گھر کے وہ کم سب سے بڑے ہین

چھوٹے نے بڑے سے یہ کہی بات کہ بھائی
اسوقت الگ ہو کہ نہایت ہے لڑائی
ہر چند گوارا نہین دم بھر کی جدائی
امّاں نہ کہیں یہ کہ مری بات بھلائی
جو سامنے ہے کاٹ کے اس فوج کی صف کو
مین دہنی طرف جاتا ہوں تم بائین طرف کو

ارشاد کیا عون نے اللہ نگہبان
اے جان برادر مین ترے عزم کے قربان
اب کیا کرون قالب مین رہیگی نہ مری جان
لاکھون سے لڑائی ہے ہر چار طرف دھیان
تکبیر کی ہر بار صدا دیجیو بھائی
گھر جاؤ تو بھائی کو بلا لیجیو بھائی

یہ کہکے کیے دونون طرف شیرون نے حملے
کیا دخل تھا حلقے مین اونہین فوج ستم لے
لہراتے تھے کاکل کی طرح دوش پہ شملے
ملتی تھی نہ مہلت کہ کوئی ٹھہر کے دم لے
بجلی کی طرح نیمچے چل جاتے تھے دونون
ہر صف کو قلم کرکے نکل جاتے تھے دونون

آیا جو محمد کی طرف کوئی ستمگار
اتنے مین اودھر سے تو ستمگر نے کیا وار
تلوار کو چمکا کے پکارے کہ خبردار
بجلی سے ادھر سے بھی چلی شیر کی تلوار
تیزاب کا اوس شعلۂ آتش مین اثر تھا
آنکھ اوسکی جھپک کر جو کھلی خاک پہ سر تھا

ایک شیر سا جاتا تھا جو شمشیر زنون پر
یہ دی تھی فدا روح علی صف شکنون پر
اک گھوڑے کو دوڑاتا تھا ناوک فگنون پر
اوسی نظر آتے تھے نہ یاں سر بدنون پر

اون تینون سے سب فوج نے منہ پھیر لیا تھا
دولاکھ کو دو بجلیون نے گھیر لیا تھا

چن چن کے نمودار ستمگارونکو مارا — لشکر کے علم کاٹ کے سالارون کو مارا
پیدل جو گریزان ہوئے اسوارونکو مارا — تیرون کو قلم کرکے کماندارون کو مارا
عقدہ جو پڑا ناخن تدبیر سے کھولا
نیزے کے ہر اک بند کو شمشیر سے کھولا

غل مین جو نہ بھائی کی صدا بھائی کو آئی — دونون کے کلیجون پہ چلی تیغ جدائی
چھوٹے نے بڑے بھائی کو آواز سنائی — کیا حال ہے جیتے ہو کہ مارے گئے بھائی
بڑھ بڑھ کے ہٹاتے ہین بہت اہل ستم کو
تصویر تمہاری نظر آتی نہین ہم کو

بس اتنے مین مہلت جو ستمگارون نے پائی — نیزے کی انی پشت محمد پہ لگائی
جسوقت سنان سینے سے باہر نکل آئے — چلایا کہ لو ہمتو چلے خلق سے بھائی
اللہ کس آفت مین ہے مجھے چھوڑ دیا ہے
نیزے نے کلیجے کو مرے توڑ دیا ہے

لڑنے مین سنی بھائی نے جو بھائی کی آواز — نزدیک تھا یہ روح کرے جسم سے پرواز
گھوڑے کو اوٹھاکر وہ چلا صورت شہباز — برسانے لگے تیر ہزارون قدر انداز
حائل نہین صفین زور سے تلوار کے نکلا
روکا اسے جسنے وہ اوسے مار کے نکلا

جسوقت سنی عون نے یہ بھائی کی تقریر — خنجر سا چلا دل پہ کلیجے پہ لگا تیر

[illegible] ہے تو پر اپنے نشتر ... اغوش میں لی دوڑ کے وہ چاند سی تصویر

اک جا جو بچھڑ کر ہوئے ماں جائے برادر
دونوں نے گلے ملکے کہا ہائے برادر

ناگاہ بڑھا شمر لعین فوج کی صف سے ... وعدہ کیا خلعت کا ہر اک تیغ بکف سے
دونوں پہ چلے تیر ستم چار طرف سے ... آنے لگی فریاد کی آواز نجف سے

غل تھا کہ نواسوں کو علی کے اجل آئی
سر کھولے ہوئے قبر سے زہرا نکل آئی

پڑنے لگی معصوموں پہ تلوار پہ تلوار ... کٹ کٹ کے وہ چھوٹے سے عمامے ہوئے گلنار
جب چھاتیوں سے ہوتی تھی نیزے کی انی پار ... تن تن کے وہ کہتے تھے کہ یا حیدر کرار

ملتے تھے گلے پیار سے منہ چوم رہے تھے
لپٹے ہوئے شیروں کی طرح جھوم رہے تھے

نیزے کو جو دونوں پہ کوئی تول کے آتا ... گھبرا کے تب اک بھائی کو اک بھائی بچاتا
پاس آ کے جو چھوٹے پہ کوئی تیغ لگاتا ... چھاتی کے تلے اوسکو بڑا بھائی چھپاتا

لپٹے تھے سپر منہ پہ نہ ہٹ جاتے تھے دونوں
تلواروں سے اوٹھ اوٹھ کے لپٹ جاتے تھے دونوں

تلوار لگانے جو لگا ایک ستمگر ... چھوٹے نے رکھا ہاتھ بڑے بھائی کے سر پر
ہیہات کہ ہاتھ اوسکے گرے خاک پہ کٹ کر ... دو ٹکڑے ہوا تا بہ جبین عون کا بھی سر

اوسکو تو ملا حیدر کرار کا رتبہ
ہاتھ آیا اسے جعفر طیار کا رتبہ

غل طبل ظفر کا صف دشمن مین ہوا جب
پردیسیے لگی انکی طرف دیکھنے زینب

اور کہتے تھے سر کھولے ہوئے اہل حرم سب
زینب کی کمائی کو بچا لیجیو یا رب

وہ کہتی تھی دنیا سے سفر کر گئے دونون
تم جنکی دعا کرتے ہو وہ مر گئے دونون

بس اتنے مین غصہ نے یہ کی انکے تقریر
لو دونون کی لاشونکو لئے آتے ہین شبیر

گھر لٹ گیا ہے مری شہزادی کی تقدیر
نزدیک تھا غش کھا کے گرے زینب دلگیر

یہ بھی نکہا آئے پسر فوج سے لڑ کر
چپ رہگئی ہاتون سے کلیجے کو پکڑ کر

الغرض یہ نونہال دولت شہادت سے مالا مال ہو گئے جسوقت دونون کی لاشین حضرت امام علیہ السلام خیمے مین لائے ہین تو تمام اہل بیت مین سخت کہرام تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت قاسم علیہ السلام کی شہادت کا بیان

روایت ہے کہ بعد شہادت فرزندان حضرت زینب رض کے حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ چچا جان اب مجھکو بھی میدان کی اجازت عطا ہو کیونکہ عزیزون کے داغ اوٹھانیکی دل مین طاقت نہین اور اون سب کی مفارقت کے باعث جان کو راحت نہین ہے آپ نے حضرت قاسم رض سے فرمایا کہ پیارے بھائی حسن کی نشانی میرے پاس ایک تم باقی ہو جسوقت کہ بھائی کی مفارقت مین بیتاب ہوتا ہوں تو تمھین دیکھ لیا کرتا ہون تو تسکین ہوجاتی ہے سو تم بھی رخصت مانگتے ہو مین انسے جیتے جی تم کو کسطرح

رخصت کرون اور جیو تکرمرنے کی اجازت دون جس وقت حضرت قاسم نے بہت اصرار کیا آپنے مجبور ہوکر اونہین بھی اجازت دی اور گلے سے لگا کر رخصت فرمایا۔

مسدس

دی رن کی رضا شاہ نے جب ابن حسن کو — اک عید ہوئی مرنے کی اوس غنچہ دہن کو
شیرانہ چلا تیغ بکف خیمے سے رن کو — اعدا نے کہا دیکھ کے اوس رشک چمن کو
نور حسنی چہرہ زیبا سے عیان ہے
ہم شوکت و شان اسد اللہ یہ جوان ہے

شمع حرم لم یزلی تھا قد بالا — پایا یہ کہان ماہ دو ہفتہ نے اوجالا
شانہ نے پے کمان بر مین زرہ ہاتھ مین بھالا — اک حسن کی تصویر تھا وہ گیسوون والا
نقشا کسی انسان کو اگر دے تو حق ایسا
عالم کے مرقع مین نہین اک ورق ایسا

حیران تھا لشکر یہ ملک ہے کہ بشر ہے — گیسو ہے کہ ہالہ ہے جبین ہے کہ قمر ہے
یہ ابروؤنکی بیت ہے یا حسن کا گھر ہے — پلکین ہین کہ سرپنجۂ شہباز نظر ہے
یان دیدۂ آہو بھی نگاہون سے گرے ہین
آنکھین ہین کہ دو شیر نیستانمین کھڑے ہین

فانوس مین ہے شمع کہ ہے رخت بدن مین — رخسار و نپہ گیسو ہین کہ ہے چاند گہن مین
ہر شخص کی آنکھون کو چکا چوند ہے رن مین — ہے جسم پہ چہرہ کہ یہ سورج ہے کرن مین
تڑپیگا وہ تربت مین جگر بند ہے جسکا
[illegible] ہے جسکا

غنچون نے کہان پائے لب ایسے دہن ایسا | باتون مین مزہ قند کا شیرین سخن ایسا
ہے عکس سے ملبوس گلابی بدن ایسا | غل تھا کہین دیکھا نہین گل پیرہن ایسا

انداز سراپا سے عجب لطف ملا ہے
جنت کا چمن سامنے آنکھون کے کھلا ہے

آنکھین وہ غزالان ختن جن پہ تصدق | رخسار وہ نازک کہ چمن جن پہ تصدق
لب ایسے کہ سو لعل یمن جن پہ تصدق | دانت ایسے کہ دریا ے عدن جن پہ تصدق

دانتون سے لڑائے کوئی موتی کی لڑی کو
ہو جائینگے یاقوت کے رنگ ایک گھڑی کو

ہرچند کہ ملبوس مین مستور ہے سینہ | روشن صفت روشنی طور ہے سینہ
ظاہر ہے کہ ایک آئینۂ نور ہے سینہ | اللہ کے اسرار سے معمور ہے سینہ

یہ بدر مین تنویر نہ یہ مہر مین ضو ہے
تکمہ تو ستارا ہے گریبان مہ نو ہے

جسوقت حضرت قاسم میدان کارزار مین آئے تو عمر و سعد شقی سے باواز بلند کہا
کہ اے جفاکار تو نے اہل بیت اطہار پر پانی بند کیا ہے یہان تک کہ عورات اور
اطفال خورد سال پیاس کی شدت سے مچھلی کی طرح تڑپ رہے ہین اور تمام
عزیز و اقارب کو شہید کر ڈالا کہ اوس جماعت مین سے صرف ہم دوچار پریشان
حال باقی رہے ہین سو ہم بھی اب کوئی دم کے مہمان ہین اب بھی اپنی ایذا رسانی
پر نظر کر اور جناب رسول مقبول اور خدائے قہار کے غضب سے ڈر دیکھہ دنیا مین

مسدس

سید نے جو کی ہو کوئی تقصیر تو کہدو
چھینی ہو کسی شخص کی جاگیر تو کہدو
جوڑا ہو کمان میں جو کوئی تیر تو کہدو
امت پہ کبھی کھینچی ہو شمشیر تو کہدو

تم لوگون نے کس روز نہین جبر کیا ہے
لیکن ہمین دیکھو کہ فقط صبر کیا ہے

تم یہ نہ سمجھنا کہ ہین وہ جنگ سے عاری
غصہ ہے ہمارا غضب ایزد باری
باعث ہے فقط یہ کہ ہے امت ہمین پیاری
جبریل سے رکتی نہین شمشیر ہماری

جن روز ان مین دادا سے مرے جنگ ٹھنی تھی
دہشت سے بنی جان کی جانون پہ بنی تھی

یہ سنکر اوس شقی ازلی نے جواب دیا کہ جب تک یزید کی متابعت مین نہ آئیگا ہمارے پنجۂ ظلم وستم سے رہائی نہ پائیگا آپ نے اوسکی شقاوت قلبی پر نفرین کی اور تیغ آبدار کو میان سے نکالکر پکارا۔

مسدس

کیا دیر ہے منہ پر مری شمشیر کے آؤ
بولا پسر سعد سوارون سے کہ جاؤ
دیکھون تو بھلا کچھ ہنر جنگ کھاؤ
اب قاسم ذیجاہ کا سر کاٹ کے لاؤ

دو داغ بھتیجے کا امام مدنی کو
ٹھنڈا کرو تیغون سے چراغ حسنی کو

پہل پائے اس سروقد کے سبھی سردار   سر لائیگا جو اسکا قدرون کا اوسے سردار

تیرون سے جو بچ جائے تو شمشیر سے مارو
شمشیر نہ کھائے تو اوسے تیر سے مارو

دریا کی طرح فوج کو جنبش ہوئی اکبار   تیغون کی اوٹھی فوج یہان صف کفار
ڈھالون کا ہوا ابر سیہ رنگین نمودار   بدلی جو ہوا پڑنے لگی تیرون کی بوچھار

پہونچا وہ جری تیغ بکف اہل جفا مین
بجلی سی لگی کوندنے ڈھالون کی گھٹا مین

اب برق اجل فوج ستمگار پہ آئی   تیغ آئی کہ آفت سر کفار پہ آئی
عاری کیا اوسکو بھی جو تلوار پہ آئی   دو ہو گیا اسوار تو رہوار پہ آئی

راکب نہ گرا تھا ابھی فتنہ رنگ کے نیچے
یہ زین کے اوپر سے گئی تنگ کے نیچے

جو جنگ کے قابل تھے ہوئے وہ نہ مقابل   تھرائے تھے سینون مین جگر کانپتے تھے دل
تلوار کا پانی تھا کہ تھا زہر ہلاہل   کیا لڑتے کہ خود قتل ہوئے جاتے تھے قاتل

تہلت نہ ٹھہرنیکی نہ دم لینے کی مہلت
ملجاتی تھی ہان راہ عدم لینے کی مہلت

اس شیر نے پائی تھی عجب ہمت عالی   حملہ کیا جس صف پہ وہ صف ہو گئی خالی
تلوار نے آفت سر کفار پہ ڈالی   لڑنے کیلئے تیغ دلیر جس نے نکالی

تلوار کا آنا ہوا ثابت نہ لعین پر
دو [illegible] نظر آئے برابر سر زمین پر

ایک حملہ مین اخر ہوئی پہلے صف اول
اعدا کا گہٹا زور پہٹا ڈہالون کا بادل
دو ہاتہہ چلے تہے کہ اودہر پڑ گئی ہلچل
سر کٹ گئے برچہیون بہالونکو ملا پہل

بہالے سے جو بن مارے نہ دشمن کو پہری تہے
اک نیزہ سر اون لوگونکے کٹ کٹ کے گرے تہے

سہمے یہ کماندار کہ رُخ جنگ سے پہیرا
تہا غیظ سے اوس شیر کی آنکہونمین اندہیرا
چلائے کہ حلقے مین ہمین موت نے گہیرا
نعرہ تہا کہ ہان وار کوئی روکے تو میرا

ہین دست بقبضہ ہون وہ جان باز کہان ہین
گوشون سے تو نکلین قدر انداز کہان ہین

تہا مضطر و حیران پسر سعد ستمگر
سردارون کے سر کٹ گئے پس پا ہوا لشکر
پیہم یہ خبر وار خبر دیتے تہے آکر
دریا تک اب آپہونچا ہے لخت دل شبیر

اوس شیر غضبناک کو روکا نہین جاتا
سب کہتے ہین بجلی کو تو روکا نہین جاتا

کس طرح سے اوس صاعقہ کردار کو روکین
سو بجلیان گرتی ہین اگر اک وار کو روکین
کس ڈہال پہ شمشیر شرربار کو روکین
تلوار کو روکین کہ وہ رہوار کو روکین

دونون کا بدن آب اور آتش سے بنا ہے
اک برق جہندہ ہے تو اک سیل فنا ہے

تمام لشکر کفار انکی خونریزی سے گہبرا گئے آپ فرماتے تہے کہ اب جس پیادے کے
سر پر اجل سوار ہو وہ میرے سامنے آئے اب جسکو اپنی مردانگی کا زعم ہو وہ ہمین تہہ
[illegible]

کسی کو مجال مقابلہ کی نہ تھی جب سب نے ہمت ہاروی تو عمر وسعد شقی نے اوس خبر
دہندہ سے اس طرح کہا۔

مسدس

گھبرا کے کہا اوس نے کہ ازرق کو بلا لا
آیا وہ ستمگار سنبھالے ہوئے بھالا
بولا یہ عمر ہوگیا لشکر تہ و بالا
گھوڑے کو مگر تو نے پرے سے نہ نکالا
جا کر کوئی اوس صفدر جرار کو مارے
نزدیک ہے اگر کسی سردار کو مارے

ہر سال تجھے ملتا ہے اسپ و زر و انعام
سردار کے کام آ کہ شجاعون کا ہے یہ کام
شہرہ تیری شمشیر کا ہے روم سے تا شام
اس شبیر کو مارے تو بڑا ہوگا تیرا نام
شور آب دم تیغ کا اوسکی لب جو ہے
یان تک جو وہ آپہونچا تو پھر ہم ہین نہ تو ہے

یون کہنے لگا چین بجبین ہو کے وہ مغرور
لڑکے سے لڑون مین یہ مری عقل سے ہے دور
اس فوج مین تو گو کہ حکومت پہ ہے مامور
یہ ننگ کسی طرح نہ ہوگا مجھے منظور
مارا ہے ہزارون کو مری دھاک ہے سب مین
ہو جاؤنگا بدنام شجاعان عرب مین

مجھ سا کوئی عالم مین نہین اور جوان مرد
ہون رستم و سہراب و نریمان کا ہم آورد
جلاد فلک کا ہے مری خوف سے منہ زرد
پٹکون جسے میدان مین زمین سے نہ اوٹھے گرد
پھٹ جائے کلیجہ جو سناؤن کسو کو مارون
سر ہو گرا گرز گران ور کو مارون

تابندہ ہو ... مرے ... لے یہ نہیں تاب
پنجے ہیں جو پلٹا دوں نہ چھپے گردن سہراب
چھیدوں دل آہن جو کروں تیر کو پرتاب
تلوار کو کھینچوں تو جگر شیر کا ہو آب

اس طفل سے کیا جنگ کا آہنگ کروں مین
میدان میں جب ہیں تو یہاں جنگ کروں مین

بولا پسر سعد کہ اس طفل کو پہچان
یہ شیر کا فرزند ہے لڑکا نہ اسے جان
رہتا ہے لڑکپن سے وہ نہیں جنگ کا ارمان
جان باز ہیں مر کر بھی نہیں چھوڑتے میدان

جب تیغ کھنچی انکی تو سر تن سے جدا ہین
یہ ہاشمی و مطلبی قہر خدا ہین

اوس شیر کے فرزند ہیں تینغ شمشیر
اللہ نے بھیجی ہے جسے عرش سے شمشیر
تلوار کھنچی انکی تو لاشوں کے ہوئے ڈھیر
یہ سب ہے زبردست ہیں اور اپنے ہین سب زیر

ہم لوگوں کی ہے موت جو زندہ ہین یہ غازی
گر تیغ ہو شمشیر زندہ ہین یہ غازی

آنکھ اون سے دم جنگ ملائی نہیں جاتی
بگڑیں تو کوئی بات بنائی نہیں جاتی
فاقوں مین بھی ہاتوں کی صفائی نہیں جاتی
رستم سے بھی ضرب انکی اوٹھائی نہیں جاتی

بعضے جو حسینی ہین تو بعضے حسنی ہین
تلوار کے مالک ہین شجاعت کے دہنی ہین

سرکش کو قدم آگے بڑھانے نہیں دیتے
سوفار کو چلے سے ملانے نہیں دیتے
لڑتے ہین سپر چہرے پہ لانے نہیں دیتے
بھاگیں تو کہیں بھاگ کے جانے نہیں دیتے

... آ ... شیر ... ہم کو ... کر

شبیر آتا ہے جس طرح سے آہو پہ جھپٹ کر

لکھا ہے کہ یہ ازرق پہلوان ایسا زبردست تھا کہ اسکی طاقت اور شجاعت کی تمام بلاد عرب و شام مین دھوم تھی اور اسکی تلوار کا بڑے بڑے نامی گرامی پہلوان لوہا مانے ہوئے تھے جس وقت عمر وسعد شقی نے اسے بہت مجبور کیا تو اوسنے جواب دیا کہ

ازرق نے کہا گرچہ تری ہے یہ گفتار
قتل اسکا ہے منظور تو میرے ہین پسر چار
آئین تو نہ لڑنے کیلیے کھینچون گا تلوار
رو مین تن و زور آور و نام آور و جرار

ماہر ہے ہر اک میری طرح جنگ کے فن کا
سر کاٹ کے لے آئینگے فرزند حسن کا

یہ کہکے بڑے بیٹے سے ظالم نے کہا جا
تو زور مین بے مثل شجاعت مین ہے یکتا
اب تیغ سے سر کاٹ کے اس طفل کا لے آ
یہ سُن کے جفا جو نے لیا ہاتھ مین نیزا

جولان کیا گھوڑے کو پرے سے جو نکل کے
بھاگے ہوئے بولے کہ چلا منہ مین اجل کے

بجنے لگے طبل و دف و نقارہ و قرنا
دیتا ہے شجاعون کو مزا خون مین بھرنا
لڑکا وہ کہ ہان نکلے جوان ہو جسے مرنا
ہان تا بہ ابد نام رہے آج وہ کرنا

غیرت کی ہے جا نام بزرگون کے بڑے ہین
یان شمر و عمر وان شہ مظلوم کھڑے ہین

تیزے کا ستمگار نے آتے ہی کیا وار
پھر گھوڑے کو چمکا کے جو آیا وہ جفاکار
قاسم اوسے رو کر کے پکارے کہ خبردار
بجلی سے ادہر سے بھی چلی تیغ شرربار

تلوار کا ظالم نے کیا وار جھپٹ کر	خالی دیا اس وار کو ہیں شبیر نے ہٹ کر
قاسم نے جو حربہ کیا گھوڑے کو ڈپٹ کر	دستانے بھی ساعد بھی گرے تیغ جو کٹ کر

پھر تیغ نہ پنجہ نہ کلائی نظر آئی
ایک ہاتھ میں ہاتونکی صفائی نظر آئی

سر پر سے گرا خود ہٹا وہ جو جھجک کر	تھے بال بڑے کھل گئے چہرے پہ لٹک کر
قاسم نے لپیٹا اوسے پنجہ میں لپک کر	سر سے ہوا اونچا تو دیا گھوڑے کو چکر

سمجھا تھا وہ کچھ چرخ نے کچھ اور دکھایا
گردش نے زمانہ کی نیا دور دکھایا

ازرق کو زمانہ تہ و بالا نظر آیا	دن چشم ستمگار میں کالا نظر آیا
سب کو رخ قاسم پہ اوجالا نظر آیا	یہ چاند نظر آئے وہ ہالا نظر آیا

حیران تھے قوت پہ ملک ابن حسن کی
اس زور سے ٹپکا کہ زمین ہلگئی رن کی

اک بھائی کے مرتے ہی بڑھا دوسرا بھائی	اوسنے بھی لڑائی میں بہت جان لڑائی
مہلت نہ مگر ہاتھ سے اوس شیر کے پائی	آیا وہ اودہر سے کہ ادہر سے اجل آئی

ڈہونڈا کئے قاسم بھی کہ کیا ہو گیا دشمن
اک برق سی چمکی کہ فنا ہو گیا دشمن

فرزند سوم فوج سے نکلا صفت شیر	تھا بھائیوں کے غم سے جہان آنکھوں میں اندھیر

وار اپنا یہ کرلے سمجھے جو وار اوسکا بچا کر
رہجاتا تہا غصّے سے وہ ہونٹون کو چبا کر

لب پر جو اودھر بے ادبانہ سخن آیا
سنتے ہی ادھر غیظ مین ابن حسن آیا
اسوقت کوئی توڑ نہ ظالم کو بن آیا
بالائے وہان نیزۂ دندان شکن آیا
جان بہر سفر تن کی سرا سے نکل آئی
نیزے مین زبان چہد کے قفا سے نکل آئی

نیزے کو بڑہایا تو زمین سے ابہر آیا
سیدہا جو کیا ہاتھ تو بالائے سر آیا
مچھلی سا پہر سرے مین تڑپتا نظر آیا
قاسم نے کہا نخل دغا مین ثمر آیا
تلوار تو امت کے جو سردار پہ کھینچا
خلاق دو عالم نے اوسے دار پہ کھینچا

چوتھے کی طرف دیکھ کے قاسم یہ پکارے
آتو بھی وہ تینون تو جہنم کو سدہارے
تلوار علم کر کے چلا طیش کے مارے
تھے ڈہنگ اودھر جنگ ید اللہ کے سارے
فرصت بھی نہ حربے کی ملی دشمن دین کو
اک ضرب مین دو کر کے کیا چار لعین کو

چارون پسر ازرق کو نظر آئے جو بیدم
اک آگ عناصر مین بہڑ کنے لگے بیہم
طاری ہوا غصہ نہ ملی فرصت ماتم
باندہا کمر بخت کو زنجیر سے محکم
بیٹے ہوئے سر پر جو قتال عرب سے
آنکھین ہوئین دو کاسۂ خون جوش غضب سے

آیا وہ ستمگار سجے اسلحہ تن پر
شانے پہ کمان رکھ لیے جہلم فرق پہ مغفر

... صورت اژدر
بر تن پہ زرہ اور کمر حسن مین خنجر

کف غیظ سے مُنہ مین سخن سخت زبان پر
اک ہاتھ تو شمشیر پہ اور ایک عنان پر

نیزہ صفت مار زبان مُنہ سے نکالے
ترکش تھا کہ بانبی مین نظر آتے تھے کالے
تلوار کا مُنہ ایسا کہ فولاد کو کھالے
ڈھال ایسی کہ جو کوہ کے دامن کو چھپالے

گرز ایسا فلک خاک کا پیوند ہو جس سے
چار آئینہ وہ تیغ کا دم بند ہو جس سے

اور زیر زرہ پہنے تھا اس طرح کا بکتر
خنجر نہ اثر جس پہ کرے اور نہ جمدھر
زنجیر سے باندھے تھا کمر یون وہ ستمگر
حلقے مین ہو جس طرح لئے کوہ کو اژدر

وہ رشک تہمتن تو فرس پیل دمان تھا
اسوار نہ تھا کوہ پہ اک کوہ روان تھا

چنگھاڑ کے رن مین صفت دیو پکارا
کس شخص نے بیٹوں کو مرے جان سے مارا
قاسم نے صدا دی کہ یہ ہے کام ہمارا
الفت ہے جو بیٹون کی تو ہو معرکہ آرا

ان بازوؤن مین زور ہے خالق کے ولی کا
تو ازرق شامی ہے مین پوتہ ہون علی کا

شبیر نے ازرق کو جو آتے ہوئے دیکھا
بس بیٹھ گئے تھام کے ہاتھون سے کلیجا
فرمایا بڑا قہر ہوا آہ کرون کیا
وہ دیو یہ کمزور وہ سیراب یہ پیاسا

گرتا ہے فلک گو وہ کے پالے پہ ہمارے

یارب مرے قاسم کو اس آفت سے بچا لے
پیاسے کو اس آفت سے مصیبت سے بچا لے
بیکس کو ستمگار کی ضربت سے بچا لے
بچ جائے جو تو اپنی عنایت سے بچا لے
اُمت پہ فدا کر چکا اولاد بہن کی
یہ لعل مرے پاس امانت ہے حسن کی

پھر ہونے لگی قاسم و ارزق مین لڑائی
ارزق کی تو کرتا تھا عجب مدح سرائی
نیزون کی چمک دیکھتی تھی ساری خدائی
اکبر کا یہ نعرہ تھا کہ ہان ہان مرے بھائی
اب گھوڑے کی ٹاپون تلے پامال ہو ارزق
تم شیر کے فرزند ہو کیا حال ہے ارزق

نیزون کی ہوئی ردّ و بدل دونون برابر
گھوڑے بھی تگ و دو سے پسینے مین ہوئے تر
تھک تھک گئے پسپا نہ ہوا وہ نہ یہ سربر
تھا غیظ مین یہ شیر تو غصے مین ستمگر
وہ گونجتا تھا شیر کی مانند ادھر سے
ہان یا اسد اللہ کے نعرے تھے جگر سے

قاسم پہ اٹھاتا تھا جو وہ نیزۂ خونخوار
اوٹھتے تھے سنبھلکر تو یہ چلاتے تھے ہر بار
گرتے تھے کلیجے کو پکڑ کر شہ ابرار
عمّو ترے قربان مری جان خبردار
طاقت تو نہ ہو گی تمہین تشنہ دہنی سے
سینے کو بچائے رہو نیزے کی انی سے

نیزے تھے کہ دو مار نکالے تھے زبانین
حملے تھے یہ تھا لو لئے نہ سر کی تھین بچانین
جیسے نہ تہمین رستم و سہراب کی جانین
لڑ لڑ کے گرین خاک پہ نیزون کی سنانین

...سے مقابل ہوئے بیٹوں کو بڑہ کر

قاسم کی طرف بڑہ کے لگا کہنے وہ بے پیر
مشہور ہے دست ملک الموت یہ شمشیر
خالی گئے گو نیزہ و گرز و تبر و تیر
اے طفل حسن اب نہ بچیگا کسی تدبیر

دو ٹکڑے کرون گا تجھے یکتا جہان ہون
تو مور سے کمزور ہے مین پیل دمان ہون

قاسم نے کہا تول کے شمشیر دو دستی
اک دم مین نہ یہ زور رہیگا نہ یہ مستی
پہونچائیگی دوزخ مین تجھے کفر پرستی
دیکھین کسے ہو آج بلندی کسے پستی

حاکم جو اِدہر ہے تو ادہر شاہ نجف ہے
شیطان تیرا حامی ہے خدا میری طرف ہے

بل کھا کے ستمگار نے غصے سے کہا ہان
قاسم نے کہا اب بھی گو ہے یہی میدان
بولا یہ اوٹھا تیغ کو وہ دشمن ایمان
لے وار مرا روک تو اے کودک نادان

تھی پاس سپر پر بھی نہ اوس وار کو روکا
اوس شیر نے تلوار پہ تلوار کو روکا

چمکا کے وہی تیغ جو دشمن کو دکھائی
ہٹنے کی بھی مہلت نہ ستمگار نے پائی
اک برق سی آنکھون مین چمکتی نظر آئی
ظالم نے سپر سر کے بچانے کو اوٹھائی

احسنت کا غل فوج کے انبوہ سے اوٹھا
معلوم ہوا ابر سیہ کوہ سے اوٹھا

پہر مغفر دشمن پہ گئی تیغ سپر سے
مغفر کو جو کاٹا تو بڑھی کاسۂ سر سے
بجلی سی چمک کر ادسر آئی جو ادہر سے
گردن بھی جدا سینے سے اور سینہ کمر سے

لیا تھا جفا کار کو اوس شاہ نے مارا
تھا شور کہ مرحب کو ید اللہ نے مارا

لکھا ہے کہ ازرق اور اوس کے چارون بیٹون کو جہنم کی راہ دکھانے کے بعد جو سامنے آتا تھا ایکی تیغ بیدریغ سے دوزخ کو جاتا تھا یہانتک کہ تیس پیادے اور پچاس سوار حضرت قاسم کی شمشیر آبدار سے جہنم رسید ہوئے پہر لشکر اشقیا مین تلاطم عظیم برپا ہوا عمر سعد لشکر پر خفا ہوا کہ اے لوگو یہ ایک سوار ہے اور تم ہزارون مردان آزمودہ کار ہو اس کا قتل کردینا تمہین کیا دشوار ہے یہ سنکر سب نے دور سے تیر برسانے شروع کیے گھوڑا حضرت قاسم کا زخمون سے چور چور ہو گیا اور زمین پر گرا اوسیوقت شیث ابن عمر سعد نے حضرت قاسم کے سینۂ بے کینہ پر ایک نیزہ ایسا مارا کہ پشت سے پار ہو گیا پہر تو متواتر قریب ستائیس زخم کے حضرت قاسم کے جسم پر آئے اوس وقت قاسم نے بیتاب ہو کر پکارا۔

قاسم نے صدا دی کہ چچا جان خبر لو		ہوتا ہے غلام آپ پہ قربان خبر لو
دنیا مین کوئی دم کا ہون مہمان خبر لو		تکلیف نہ دینا مگر اس آن خبر لو

ذرّیت حیدر کی یہ توقیر ہوئی ہے
پامال ہمین کرنیکی تدبیر ہوئی ہے

یہ آواز دردناک سنکر حضرت امام علیہ السلام حضرت قاسم کے پاس آئے اور اونکو اپنے اوٹھا کر خیمے مین لائے اور اپنے زانو پر سر رکھا اور اونکے چہرہ کا گرد و غبار اپنے دامن سے صاف کیا اور زار زار روتے تھے اور تمام اہل بیت مین حضرت قاسم علیہ السلام کا ماتم اور اونکی نوجوانی کا غم تھا کہ ناگاہ حضرت قاسم امام علیہ السلام

کا جمال باکمال دیکھتے ہوئے روانہ جنت الفردوس ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہِ راجعون

حضرت عباس کی شہادت کا بیان

پروانۂ شمع رخ شبیر ہین عباس
سر تا بقدم نور کی تصویر ہین عباس

وہ نور کے قرآن ہین تو تفسیر ہین عباس
حیدر کی طرح مالک شمشیر ہین عباس

سکہ ہے شجاعت کا دل اہل جہان پر
کلمہ کی طرح نام ہے تیغون کی زبان پر

ہر روز نماز سحری پڑھ کے وہ صفدر
تسبیح بکف انکھہ رخ شاہ امم پر

جا بیٹھتا ہے روبروئے سبط پیمبر
ہر دانے پہ یہ ورد ہے اے نائب حیدر

تخلبی لولاکم لولاکم لو لاکم
روحی بفدا اکم بفدا اکم بفدا اکم

روایت ہے کہ جب حضرت قاسم علیہ السلام بھی شربت شہادت نوش فرما چکے اوسوقت حضرت عباس علمدار امام تشنہ کام کے روبرو آئے اور بھائی سے رن کی اجازت چاہی حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بھائی عباس تم لشکر کے علم بردار اور میرے قوت بازو اور مددگار ہو تم کو کس طرح میدان کی اجازت دون اور کیونکر تمہارے فراق مین صبر کرون اونہون نے عرض کیا کہ اے بھائی آج مجھکو بھی رخصت عطا فرمایئے تاکہ بھائیون کا انتقام فوج کوفہ وشام سے لون اور اس گروہ خون آشام کو تہ تیغ بیدریغ کرون اور حضرت

لاؤں اور اہل بیت کو ایک ایک دو دو گھونٹ پلاؤں الغرض حضرت امام
علیہ السلام سے رخصت لی اور مشک دوش پر رکھکر علم ہاتھہ مین لیا اور گھوڑے
پر سوار ہوکر اعداے بیدین کے سامنے آئے اور اتمام حجت کے واسطے فرمایا
کہ اے گروہ شام اور اے فوج خون آشام فرزند فاطمہ اور جگر بند مصطفی یعنی
حسین ابن علی فرماتا ہے کہ تم نے ابتک تو میرے عزیزون اور اقرباؤن کا
خون میدان کربلا مین بہایا اور پانی کو ایک ایک بوند کے لئے ترسایا اب
بہی کہین راہ راست پر آجاؤ اور ذرا آنکہہ کھول کر مجہے پہچانو کہ مین کون ہون
آیا تمہارے نبی کا نواسا نہین ہون جو مجہکو مہمان بلا کر اور بہوکا پیاسا رکھکر
شہید کرنے کو آمادہ ہو دیکھو اب بہی میرے خون سے ہاتھہ اوٹھاؤ کہ باقی
عیال و اطفال اپنے ساتھہ لیکر کسی اور طرف چلا جاؤن اور پہر کبہی اسطرف
کو نہ آؤن۔ اون اشقیا نے جواب دیا کہ اگر تمام روے زمین پانی ہو جاے تو بہی
حتی الوسع آپتک ایک قطرہ پانی کا نہ پہونچا ئینگے اور چہوڑ دینا بغیر بیعت یزید
عمل مین نہ لائینگے حضرت عباس یہ سنکر بدل مغموم امام مظلوم کے پاس آئے اور
اعداے بیدین کی سرکشی کا حال بیان کرکے خود تن تنہا فرات کی طرف تشریف لائے

مسدس

گھوڑے پہ چڑہے حضرت عباس ملک جاہ	روح اسداللہ چلی شبر کے ہمراہ
جاسوس نے کی جاکے خبر فوج کو ناگاہ	آتا ہے بڑا شیر دلاور سوے جنگاہ

اس ویج کا جوان عرب سے تا شرق نہین ہے
حیدر مین اور اس مین سر مو فرق نہین ہے

اللہ رے اوج علم لشکر شاہی
تھا زیر نگین ماہ سے تا مسکن ماہی
پنجہ جو ہلا پھیل گیا نور الٰہی
دامن جو کھلا رنگ زمین ہو گیا کاہی
سہری حسن سرخی رنگ شہ دین تھی
سونے کا فلک تھا تو زمرد کی زمین تھی

غل تھا کہ جہان میں علم ایسا نہیں دیکھا
زر ریز ہے پنجہ کرم ایسا نہیں دیکھا
اقبال و جلال و حشم ایسا نہیں دیکھا
سرداروں میں ثابت قدم ایسا نہیں دیکھا
طوبیٰ ہو تو ایسا ہو کامل ہو تو ایسا
ایسے علم نور کا حامل ہو تو ایسا

نعرہ تھا کہ میں شیر نیستان علی ہوں
جرار ہوں صفدر ہوں شجاع ازلی ہوں
پروانۂ شمع حرم لم یزلی ہوں
میں جوشن بازوے ولی ابن ولی ہوں
گھر ہے وہ ملک برج شرف کہتے ہیں جسکو
بیشہ ہے وہ اپنا کہ نجف کہتے ہیں جسکو

پڑھ کر یہ رجز میاں سے لی تیغ جری نے
جلوہ کیا پردے سے نکلتے ہی پری نے
رہوار پہ اسپند کیا کبک دری نے
بوسہ دیا قدموں پہ نسیم سحری نے
اڑ کر گیا اور پھر کے طرارہ نکل آیا
تلواروں کے جنگل سے چکارہ نکل آیا

اوس صف سے نکلکر صف ثانی پہ جب آئے
معلوم ہوا شیر کے پنجے میں سب آئے
غل پڑ گیا بھاگو کہ امیر عرب آئے
کیا ہو سکے جب فرق پہ برق غضب آئے

ڈہالیں تو اٹھی رہگئیں سر اڑ گئے تن سے

اک آفت نو لشکر سفاک پہ آئی | جس صف پہ گری تیغ وہ صف خاک پہ آئی
گہہ خود پہ چمکی کبھی فتراک پہ آئی | دو ہو گیا جس ظالم ناپاک پہ آئی

ہر صف کا یہ احوال تھا اوس تیغ دو دم سے
جس طرح کوئی کاٹ دے سطروں کو قلم سے

اڑتا ہوا پہونچا لب دریا جو وہ جرار | تھا دست مبارک میں علم ہاتھ میں تلوار
چھیڑا جو ذرا اڑکے گیا نہر میں رہوار | سمجھا کہ سفینہ ہوا گرداب سے اب پار

دل ہلگیا آئی جو ہوا سرد تری کی
تر ہو گئی چھینٹوں سے زرہ جسم جری کی

گو پیاس سے تڑپا دل عباس خوش اطوار | بھولے نہ مگر تشنگی سید ابرار
اسوقت میں رہوار بھی ہوتے تھے وفادار | پانی سے اٹھائے رہا منہ اپنا وہ رہوار

سمجھا کہ خجل ہونگا بہت پیاس بجھا کے
ہمت اسے کہتے ہیں یہ معنی ہیں وفا کے

ڈھیلی کی لگام اوسکی کئی بار یہ کہکر | تو پی لے کہ پھر پانی نہ آئیگا میسر
کی عرض کہ اے لخت دل ساقی کوثر | دو روز سے ہے تشنہ جگر آل پیمبر

پانی پیئے کس طرح علمدار کا گھوڑا
پیاسا ہے ابھی سید ابرار کا گھوڑا

یہ سنکے علمدار کی آنکھیں ہوئیں پر نم | سیراب کیا مشک سکینہ کو بصد غم
[illegible] | کی عرض مدد کیجیے یا حافظ عالم

تو مشک کا حافظ ہے نگہبان ہے علم کا
یارب میں بہشتی ہوں پیمبر کے حرم کا

کیا قہر کا دریا تھا جسے سہ کے اب آیا
لاکھوں سے لڑا اور کوئی زخم نہ کھایا
ہرچند کہ دو روز سے پانی نہیں پایا
اس نہر کے پانی کو میں لب تک نہیں لایا
صابر ہوں کہ آغوش میں صابر کی پلا ہوں
جس حال سے آیا تھا اوسی طرح چلا ہوں

یہ کہکے چلے نہر سے عباس ملک جاہ
جاری تہا زبان پر کہ توکلت علی اللہ
پہر آگئے دریا پے صفیں باندہ کے بدخواہ
غل تھا کہ بہادر کو نکلنے کی نہ دو راہ
رستہ نہ ملیگا تو کدہر جائنگے عباس
خود ڈوب کے اس نہر میں مرجائنگے عباس

ساحل پہ ہوئی قتل علمدار کی تدبیر
ترکش کے دہن کہلگئے چلوں سے چلے تیر
تھے گھاٹ کو تلواروں سے روکے ہوئے بے پیر
عباس بڑہے آتے تھے تولے ہوئے شمشیر
یہ حال تہا ضیغم دم جنگ آتا ہے جیسے
یوں آتے تھے ساحل پہ نہنگ آتا ہی جیسے

لڑتا ہوا اعدا سے وہ صفدر نکل آیا
بادل کو ہٹا کر مہ انور نکل آیا
سقائے حرم نہر سے باہر نکل آیا
دریائے شجاعت کا شناور نکل آیا
ڈر سے کسی روباہ نے ضیغم کو نہ روکا
تلوار اوٹھا کر کہا کیوں ہم کو نہ روکا

[illegible] اٹھاتے ہیں غازی
جب بات پہ آئے ہیں تو مرجاتے ہیں غازی

مرتے نہیں کیوں حکم تمھارا روکے تو روکے
کیا ماروگے تم ہاں جو خدا روکے تو روکے

یہ کہکے ترائی سے بڑھا شیر دلاور
مشرق سے نمایاں ہوا گویا شہ خاور
غل تھا کہ نہیں رکنے کا یہ عاشق داور
بو جاتا ہے دریا سے شجاعت کا شناور

سب ٹوٹ پڑو ورنہ بڑا پیچ پڑے گا
پیاسے ہوئے سیراب تو پھر کون لڑے گا

دو لاکھ کے حلقے میں علمدار کو گھیرا
وہ چاند تو تھا بیچ میں جو گرد اندھیرا
جو بھاگے تھے ان لوگوں نے بھی باگوں کو پھیرا
یہ کہتے تھے اللہ مددگار ہے میرا

تلوار سے تیروں کو قلم کرتے تھے عباس
پڑھ پڑھ کے دعا مشک پہ دم کرتے تھے عباس

لکھا ہے کہ اک تھا بن ورقہ ستم آرا
تیغ اوسکی لگی دوش مبارک پہ قضارا
بیدست ہوا حیدر کرار کا پیارا
احمد کا نشان خون میں تر ہو گیا سارا

دیکھو تو ذرا جرأت سقائے حرم کو
تا دیر کٹے ہاتھ سے چھوڑا نہ علم کو

جسوقت گرا خاک پہ جھک کر علم شاہ
کس یاس سے عباس علمدار نے کی آہ
اوس دوش پہ بھی تیغ چلی پشت سے ناگاہ
دونوں نہ رہے دست جگر بند ید اللہ

تیروں کی جو بوچھار ہوئی چھن گئے عباس
بازو جو کٹے سرو رواں بن گئے عباس

[illegible] جب [illegible] ایک ہاتھ حضرت عباس کا [illegible] کٹ گیا تو فوراً دوسرے
ہاتھ مین مشک لے لی اور جب دوسرا ہاتھ بھی قلم ہوگیا تو عباس جری نے
مشک پانی بھری ہوئی دانتون مین پکڑ لی اور اعدا پر حملے کرتے ہوئے خیمے
کی طرف آتے تھے کہ ناگاہ کسی ظالم نے ایسا تیر جوڑ کر مارا کہ مشک سے پار ہوگیا
اور تمام پانی بہ گیا اوسوقت حضرت عباس آنکھون مین پانی بہر لائے اور فرمایا
کہ آہ سب میری محنت رائگان گئی اور اہل بیت تک ایک قطرہ پانی نہ پہونچا
بعد اوسکے حضرت عباس نے حضرت امام علیہ السلام کو آواز دی یا اخاہ اَدرِکنی
یا اخاہ اَدرِکنی یعنی اے بھائی مجھے سنبھالو اے بھائی مجھے سنبھالو حضرت
امام تشنہ کام یہ دردناک آواز سُنکر دوڑے اور آکر دیکھا تو حضرت عباس کا
بدن زخمون سے چور چور ہے بس حضرت عباس نے بھائی کا جمال پاک
دیکھتے ہی دیکھتے جنّت الفردوس کی راہ لی انا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون۔
حضرت امام عالی مقام انکی لاش خیمے مین اوٹھا کر لائے اور فرمایا۔ اَلاٰنَ انکسر
ظہری یعنی اسوقت میری پیٹھ ٹوٹ گئی اور افسوس کہ کوئی مددگار بجز ذات
پروردگار باقی نرہا خیمہ اطہر مین شور واویلا بلند تہا اور حضرت امام تشنہ کام
کی تو یہ کیفیت تھی۔

شاہ شہدا لاش علمدار سے لپٹے	کس شوق سے کس پاس سے کس پیار سے لپٹے
غمخوار سے عاشق سے مددگار سے لپٹے	زخمی سے مسافر سے وفادار سے لپٹے

یہ جوش تہا رقت کا شہ جن و بشر کو
[illegible]

ہائے ہمرے عباس مرے غمخوار علمدار	ہے ہے مرے بچپن کے وفادار علمدار
ہے ہے مرے جعفر مرے جرار علمدار	ہے ہے مرے حمزہ مرے طیار علمدار

ایذا سے چھٹے جانب کوثر گئے بھائی
تم جی گئے اس مرنے سے ہم مر گئے بھائی

حضرت علی اکبر فرزند امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا بیان

اب تو امام حسین علیہ السلام تن تنہا رہگئے ایسا کوئی بھائی یا یار غمخوار یا بھانجہ بھتیجہ نہ رہا جو رن مین جانیکی اجازت طلب کرنے کے لیئے سامنے آتا بجز تین صاحبزادون کے ایک تو سید الساجدین امام زین العابدین جو بستر بیماری پر پڑے ہوئے بہ سبب صدمے اوٹھا رہے تھے اور دوسرے حضرت علی اکبر ہمشکل پیغمبر تیسرے حضرت علی اصغر طفل شیر خوار جو سب سے چھوٹے تھے صرف یہی تینون صاحبزادے باقی رہگے تھے پھر تو امام تشنہ کام نے ناچار بہ نفس نفیس میدان کا ارادہ فرمایا اور ذو الجناح سواری کے لیئے طلب کیا سلاح بدن مبارک پر آراستہ کیئے تو حضرت علی اکبر باپ کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ باباجان خدا مجھکو وہ دن نہ دکھائے کہ آپ میرے سامنے شربت شہادت نوش فرمائیں اور مجھے یتیم اور تن تنہا چھوڑیں اور خود جنت الفردوس کو تشریف

... ہے بھی میدان کی اجازت مرحمت

فرمائیے اور اپنے اوپر سے قربان کیجیے حضرت امام

مظلوم نے فرمایا کہ اے فرزند ارجمند علی اکبر میں

کس دل سے تم کو مرنے کی اجازت دون اور کن

آنکھون سے تم کو زخمون سے چور چور دیکھون جب

حضرت علی اکبر نے یہ دیکھا کہ محبت پدری سے

رخصت نہین فرماتے ناچار قسمین دینے لگے امام

علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی مان شہر بانو کی خدمت

مین جاؤ اور اون سے رخصت طلب کرو کہ اونہون نے

کمال محبت سے اٹھارہ برس تک تم کو پرورش

کیا ہے آج میدان کی اجازت بھی وہی دینگی حضرت

علی اکبر حضرت شہر بانو کے حضور مین حاضر ہوئے

اور میدان کی اجازت چاہی شہر بانو نے فرمایا

کہ اے علی اکبر بعد امام عالی مقام کے اپنی زندگی

کا سہارا تمہارا دم ہے سو آج تم بھی اجازت طلب

کرتے ہو اور مان کے سامنے مرنے کو جاتے ہو

اگرچہ مین آج کے دن صبر و استقلال مین حاجرہ مادر

ذبیح اللہ سے کم نہین ہون لیکن بیٹا تمہارے جانے سے

... ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے اور غم سے کلیجہ منہ کو آتا ہے

مسدس

القصہ چلا رن کو وہ یکتائے زمانہ
دلِ شہ کا ہوا تیر جدائی کا نشانہ
تھا دل بھی روانہ جدھر اکبر تھے روانہ
اور یوسف و یعقوب کا ہر لب پہ فسانہ
تصویر غم و درد سراپا ہوئے شبیر
غل پڑ گیا بیکس ہوئے تنہا ہوئے شبیر

اسوار جو ہونے لگا زینب کا گل اندام
زینب نے رکاب اور عنان بانو نے لی تھام
سر پیٹتے ہمراہ ہوئے شاہ خوش انجام
اکبر نے کیا منع تو بولے شہ ناکام
بن دیکھے ترے خیمے میں مر جاؤں گا جا کے
لے چل مجھے ساتھ اپنے جلودار بنا کے

حسرت ہے کہ ہم آج جلو میں تری جائیں
گرمی ہے تمھیں دھوپ میں رومال ہلائیں
اکبر نے کہا آپ یہ کلمے نہ سنائیں
جاؤ کہیں اماں بھی نہ باہر نکل آئیں
فرزند کی خاطر سے تو پھر جاتے تھے شبیر
پھر راہ سے گھبرا کے چلے آتے تھے شبیر

سب بیٹوں میں الفت جو تھی اکبر سے زیادہ
دو بار گیا ساتھ دو عالم کا خوزادہ
اکبار تو ننگے سر اور اک بار پیادہ
اکبر نے قسم دی تو کیا گھر کا ارادہ
خیمے میں گئے سب سے کہا بیٹے کے سر کو
اکبر گئے فردوس کو ہم آئے ادھر کو

خیمے میں تو اک شور تھا اور رن میں یہ محشر
تھا غلغلہ آمد ہے شہ کل ... ہمہ

اِس شان سے تھا دبدبۂ آلِ اکبر
گھبرانے لگا آمد و شد میں دمِ لشکر

گو جنگ کو تھے رئیس یہ پہلی پہل آئے
یہ خوف تھا شیروں کے کلیجے نکل آئے

یہ صرف جلو وضع غلامانہ بنائے
سر اپنے دو جانب ملک و حور جھکائے
خورشیدِ فلک چترِ زریں سر پہ لگائے
اور چرخِ رواں عرش کی کرسی کو اٹھائے

مجرائیو نہیں غل تھا درود اپنے پڑھے جاؤ
چلاتے تھے جبریل بڑھے جاؤ بڑھے جاؤ

سب خلق پہ احسان ہیں شہ عرش نشیں کے
تلوار سے پر کاٹے ہیں جبریل امیں کے
ماحی ہیں یہی کفر کے بانی یہی دیں کے
چاہیں تو الٹ دیں ابھی طبقوں کو زمیں کے

بچپن سے ہیں اللہ کی سرکار کے مالک
کونین کے مختار ہیں تلوار کے مالک

وہ کون تھا شمشیر جسے عرش سے آئی
سر کس سے ہوئی خیبر و خندق کی لڑائی
کفار کے لشکر پہ ظفر کس نے ہے پائی
کس شخص نے ہے کفر کی بنیاد مٹائی

رائج ہوا دین کونسے ذی جاہ کے گھر سے
بُت کس نے نکلوا دئے اللہ کے گھر سے

اصنام پرستی کو زبوں کر دیا کس نے
اسلام کے رتبے کو فزوں کر دیا کس نے
سر لات کا عُزّا کا نگوں کر دیا کس نے
شیروں کا جگر خوف سے خوں کر دیا کس نے

باطل کے سوا حق کا کہو نام کہاں تھا
یہ دین یہ آئین یہ اسلام کہاں تھا

یہہ فیض اسی گھر سے ہوا خلق میں جاری
نازل نہ کہیں ہو غضب ایزد باری
لازم ہے عداوت تمہیں یا شکر گذاری
چلتی ہے تو رکتی نہیں تلوار ہماری

ہم وہ ہیں کہ تنہا ہی ہزاروں سے لڑے ہیں
یہہ صبر کے جوہر ہیں کہ خاموش کھڑے ہیں

یہ سنکے سخن کہنے لگے ظلم کے بانی
بابا کیلئے کھوتے ہو کیوں اپنی جوانی
مشہور ہے تم لوگوں کی اعجاز بیانی
تم پیلو یہ ہم دینگے نہ شبیر کو پانی

پانی نہ تمہیں دیں تو بڑی بے ادبی ہو
آتا ہے ہمیں رحم کہ مشکل نبی ہو

اعدا سے یہ سنکر وہ دلاور ہوا برہم
بابا کو تو پانی نہ ملے اور پئیں ہم
فرمایا کہ سر دھیان ہے اے فرقۂ اظلم
اکبر کی جوانی ہے نثار شہ عالم

حضرت سے کبھی جان کو پیارا نہ کرونگا
جینے کے لئے ننگ گوارا نہ کرونگا

لو میان سے لیتا ہوں میں تلوار خبردار
عرصہ نہیں لیتا ہے سر ادار خبردار
اب گرتی ہے یہ برق شرربار خبردار
آیا میں خبردار خبردار خبردار

ان بازوؤں میں زور ہے خیبر شکنی کا
رد کے مجھے دعوی ہو جسے تیغ زنی کا

بڑھ بڑھ کے ستمگاروں نے بھالوں کو سنبھالا
تلوار کو اکبر نے کمر سے جو نکالا
اور قبضے پہ ہاتھ انکو سواروں نے بھی ڈالا
دہشت سے ہوا عالم بالا تہ و بالا

غصے میں جو آیا خلف شاہ نجف تھا

العظمت للہ کا غل چار طرف تھا

لشکر میں در آئے علی اکبر صفت شیر	بجلی سی چلی شام کے دل پہ لڑے شمشیر
بے سر ہوئے سردار زبردست ہوئے زیر	لاشوں کے چھپے راس نظر آنے لگے ڈھیر

چھپاہ جو بہادر تھے وہ بیدم ہوئے دم میں
دس بیس صفیں بجھ گئیں میدان ستم میں

ایک ایک قدم سر پہ سر اور لاش پہ تھی لاش	سر وار پہ گردوں سے صدا آتی تھی شاباش
ٹھہرے نہ قدم اونکے جو تھے بر سر پرخاش	یوں چھپتے تھے جسطرح چھپے مہر سے خفاش

بجلی کی تڑپ فوج کو دکھلاتی تھی تلوار
مُنْد جاتی تھیں آنکھیں جو چمک جاتی تھی تلوار

بجلی سا ہر اک صف سے نکلجاتا تھا گھوڑا	تھا سایۂ زلف علی اکبر اوسے کوڑا
سر کٹ کے گرا جسکا اوسے ٹاپ سے توڑا	ماتھے پہ لگے تیر مگر منہ کو نہ موڑا

اوڑتا ہوا یوں فوج کے انبوہ سے نکلا
معلوم ہوا کبک دری کوہ سے نکلا

کیا عزم تھا اللہ رے جری وار کے ہمت	ڈھونڈھیں نظر آئی جدھر تیرونکی کثرت
پہونچا وہ دہن شیر نیستاں شجاعت	تلواریں تھی برق جہاں سوز کی خصلت

اعدا کو سنبھلنے کی بھی فرصت نہ ذرا دی
معلوم ہوا آگ نیستاں میں لگادی

اس صف سے گمانڈر دل لیے آیا جو پلٹ کر	چلوں کو جتا کیش لگے کھنچنے سٹ کر
صفدر [illegible] کا دا جو گھوڑے سے ڈپٹ کر	[illegible]

کچھ ہو نہ سکا جنگ میں ناوک فگنوں سے
قبضوں سے کمانیں تھیں جدا ہاتھ تنوں سے

پہونچی جو چمک کر کسی ظالم کی سپر تک
اللہ رے صفائی نہ ہوئی اوسکو خبر تک
بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسۂ سر تک
سر سے گئی سینے پہ تو سینے سے کمر تک

کاٹی کمر اسطرح سے دو کر کے زرہ کو
جسطرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

صف برچھیوں والوں کی لب نہر کھڑی تھی
سر کھولے ہوئے ڈیوڑھی پہ ماں غش میں پڑی تھی
چلتی تھی ادھر تیغ ادھر آنکھ لڑی تھی
فریاد کا تھا شور قیامت کی گھڑی تھی

یہ درد جگر تھا کہ نہ اوٹھ سکتے تھے شبیر
دل تھامے ہوئے انکی طرف تکتے تھے شبیر

اتنے میں بجا طبل پکارے ستم آرا
یہ سنتے ہی شہ کو نہ رہا ضبط کا یارا
لو احمد مختار کے ہمشکل کو مارا
سر پیٹ کے چلائے کہ ہے ہے مرا پیارا

دوڑے تو نہ میدان نہ ڈیرا نظر آیا
دن تھا مگر اوسوقت اندھیرا نظر آیا

کہتا ہے یہ راوی میں کھڑا تھا سر میداں
تاریک زمیں اور سیہ گنبد گرداں
اک مرتبہ واللہ ہوا حشر کا ساماں
لشکر نظر آتا تھا نہ لاشے نہ بیاباں

ہلنے لگے چودہ طبق افلاک و زمیں کے
تھرا کے گرے قبّے خیام شہ دیں کے

ہر چند نہ تھی اوٹھنے کی طاقت شہ دیں کو
اوٹھے کشش عشق پسر سے شہ خوشخو

زینب نے کہا صدقہ تیی ساتھ جیے کو
سجاد کو بلوانے کے تم بعد سدہارو

شہ بولے کہ تم جاؤ تسلی کو حرم میں
ہیں لاشہ اکبر کو لئے آتا ہوں دم میں

زینب تو چلی خیمے کو اور انکو چلے شاہ
ہے ایک روایت کہ ملے حضر سرراہ
اور لاشہ اکبر پہ اونہیں لے جو گئے آہ
فرزند کے لاشے پہ گرے سید ذی جاہ

لپٹا چکے جب خوب کلیجے سے جگر کو
میدان سے اوٹہا لیگئے پہر لاش پسر کو

لکھاہے کہ ابن عمر مردود نے آپکی پشت مبارک پر ایسا نیزہ بہنگام جنگ مارا تھا کہ کمر سے پار ہو گیا اور گہوڑے سے فرش زمین پر گرے اور باپ کو آواز دی کہ یا اباہ ادرکنی یعنی بابا جان علی اکبر کی خبر لیجئے امام تشنہ کام گہبرا کر دوڑے اور میدان سے لاش حضرت علی اکبر کی خیمے میں لائے اوسوقت کا صدمہ بیان نہیں ہو سکتا جو اہل بیت پہ تھا حضرت زینب علی اکبر کی پہوپی کو جنہوں نے حضرت علی اکبر کو کبھی آنکھوں سے اوجہل نہونے دیا تھا وہ نہایت ہی بیقرار اور مضطر تہیں۔ پہر حضرت شہربانو والدہ حضرت علی اکبر بے تاب ہو ہو کر یہ کہتی تھیں۔ مسدس

وہ غم ہے جو مضطر ہیں تو گہبرائی ہوں میں بہی
اکبر کے وہ عاشق ہیں تو شیدائی ہوں میں بہی
وہ درد رسیدہ ہیں تو دکھ پائی ہوں میں بہی
فرزند تو اونکا ہے مگر دائی ہوں میں بہی

جس چیز پہ ہٹ کی ہے وہی لیکے ملے ہیں
[illegible]

اکبر پہ تو آخر تھی بہت تشنہ دہانی	بند آنکھیں تھیں موقوف تھی بھنوئوں کی روانی
پھر ماں نے پکارا جو بہت لے مرے جانی	منہ کھولدیا اور کہا والدہ پانی

پانی تھا کہاں سب کا جگر ہوگیا پانی
ماں باپ کا زینب کا جگر ہوگیا پانی

لاش علی اکبر پہ بندھا حلقہ حرم کا	اور مردے کو مانوسے چھڑانے لگے مولا
زخم دل اکبر سے صدا یہ ہوئی پیدا	اب کاہیکو اس خیمے میں ہم آئینگے بابا

آہستہ اوٹھاؤ مجھے خیمے کے تلے سے
پھر کاہیکو لپٹینگے ہم اماں کے گلے سے

حضرت امام تشنہ کام اپنے پیارے فرزند علی اکبر کے لاشہ مبارک کو اپنے زانوئے اقدس پر لئے تھے اور حضرت علی اکبر باپ کا جمال باکمال دیکھتے دیکھتے روانہ جنت الفردوس ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون سب سے زیادہ انکی محبت حضرت زینب کو اسلیئے تھی اونہوں نے انکو پرورش کیا تھا وہ بیحد بیقرار تھیں اور انکی لاش مبارک پر زار زار روکر زبان حال سے اسطرح کہتی تھیں۔

نوحہ

بولی زینب یہ لاشے پہ روکر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر
جان قربان ہو مری تم پر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر
مری آغوش الفت کے پالے مرے بھائی کے گھر کے اُجالے
خاک و خوں پر نہ تکیہ نہ بستر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر

... سے الفت آئے آئی جو نورانی صورت

دیکھتی بھی نہ تھی آنکھہ بھر کر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر

میں نے پالا تھا مجھسے تو بولو لاڈلے اپنی آنکھیں تو کھولو

جاگو جاگو شبیہ پیمبر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر

اوٹھو اوٹھو نبی کے نواسے کچھ تو بولو مرے بھوکے پیاسے

دیکھہ تو لو ذرا سر اوٹھا کر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر

تھی یہ خواہش کہ دولہا بناتی میں تو شادی تمہاری رچاتی

مٹ گئیں حسرتیں خاک ہو کر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر

کیا لکھوں غم کی اکبر حقیقت ہو گئی بیکسوں کی جو حالت

جب کیا بین زینب نے رو کر سو رہے ہو کہاں ہائے اکبر

درود آل پے اصحاب و مصطفےٰ پے درود		حسن حسین پے حیدر پے فاطمہ پے درود

حضرت علی اصغر شیر خوار کی شہادت کا بیان

روایت ہے کہ جب امام مظلوم کے سامنے سب رفیقوں اور عزیزوں نے شربت شہادت نوش فرمایا اور کوئی یار و مددگار سوائے علی اصغر شیر خوار اور حضرت زین العابدین بیمار کے باقی نہ رہا تو اوس وقت حضرت کلثوم اور زینب مغموم نے بھائی کی تنہائی اور بیکسی و بےبسی پر بہت گریہ و زاری کی امام تشنہ کام خیمہ اطہر میں تشریف لائے اور سبکو گریہ و زاری سے منع فرمایا

تم کیسی ہی مصیبت اور بلامیں مبتلا ہو لیکن ہرگز میرے غم میں سر کے بال
کھولنا یا سینہ زنی کرنا یا منہ پر طمانچے مارنا یا شور فریاد وبکا کچھ نہ کرنا یہ سب
ہمارے خاندان کے خلاف ہے فقط کثرت غم میں آنکھوں سے آنسو بہانا
مظلوم اور دردمندوں کا کام ہے سو تم لوگوں سے آج کون زیادہ بیکس
ومظلوم ہے جسقدر اس پنجۂ ظلم کی گرفتاری کی مصیبت پر آنسو بہاؤ روا ہے
اور جتنا اس حادثہ قیامت خیز پر روؤ بجا ہے بعد اسکے حضرت سکینہ کو
اپنے گلے سے لگایا اور بہت پیار کیا اور حضرت زینب کی گود میں دے کر
فرمایا کہ فرزند یتیم اکثر نازک مزاج اور شکستہ دل ہوتے ہیں اور یہہ میری
سکینہ خصوصاً مجھسے بہت مانوس ہے میرے بعد اسکی پاسداری اور
غمخواری تمہارے ذمہ ہے حضرت زینب نے عرض کیا کہ اے بھائی یہہ
اگر جان بھی طلب کریگی تو بھی مجھے دریغ نہ ہوگا لیکن حیران ہوں کہ جسوقت
تمکو یاد کریگی تو تمکو میں کہاں سے لاؤنگی اور تمہاری صورت کسطرح اسکو
دکھلاؤنگی آپ نے فرمایا کہ تم سبکو خدا کے سپرد کرتا ہوں میرا خدا صبر عطا
فرمائے اور آل محمدؐ کی حرمت کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچائے یہہ فرماکر خیمے
سے باہر تشریف لائے اور میدان کارزار کا ارادہ فرمایا اتنے میں آہ وزاری
کی آواز خیمے سے گوش مبارک میں آئی پھر خیمے میں تشریف لے گئے اور
دریافت فرمایا کیا حال ہے حضرت شہربانو نے عرض کیا کہ علی اصغر پیاس
کی شدت سے نیمجان ہے اور کوئی دم کا مہمان ہے اگر تھوڑا سا پانی اس
معصوم شیرخوار کو دشمنان لعین دیدیں تو علی اصغر کی جان بچ جاوے

امام تشنہ کام کا دل دکھہ گیا اور اوس فرزند دلبند کو گود میں لیکر اعدا کے سامنے آئے اور فرمایا کہ اے قوم ستمگار اور اے گروہ جفاکار اگر میں تمہارے خیال کے موافق گنہگار اور خطاوار ہوں تو میں ہوں اس ننھے سے بچے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو ایک ایک بوند پانی کو ترساتے ہو اگر تھوڑا سا پانی اس بچے کیلئے دیدو تو یہ بے زبان معصوم نئے سرے سے زندگی پائے اودہر سے جواب ملا کہ بغیر حکم ابن زیاد بدنہاد کے پانی کے بدلے آب پیکان اور زہر آب شمشیر براں یہاں موجود ہے اور اون بے رحم ظالموں نے تیر برسانے شروع کردئے۔

آئے جو ہر طرف سے شہ بحر و بر پے تیر
تلوار سے قلم کئے روکے سپر سے تیر
تھا غل چلیں حسین کے لخت جگر پے تیر
آنے دیا نہ شاہ نے لیکن پسر پے تیر

آنسو رواں تھے آنکھوں سے بچے کے حال پر
مثل کماں جھکے ہوئے تھے اپنے لال پر

پیہم پکارتے تھے شہ آسماں جناب
یہہ بے خطا ہے روح نبی سے کرو حجاب
منہ پھیرتے تھے سب کوئی دیتا نہ تھا جواب
نکلا اودہر سے حرملۂ خانماں خراب

جلدی کمانیں جوڑ کے سرکش نے تیر کو
تاکا نگاہ قہر سے حلق صغیر کو

کتنا بچایا شہ نے اجل سے نہ بس چلا
کڑکی اودہر کمان ادہر چھد گیا گلا
آنسو بھر آئے آنکھہ میں وہ سر کا جب ڈھلا
آنکھوں نے شہ کی آنکھیں ملیں منہ سے منہ ملا

جو حسرتیں تھیں دل میں قضا نے نکالدیں

ننھی سی باہیں باپ کی گردن میں ڈالدیں

کھینچا جو شہ نے تیر تو بچہ دہل گیا
خون جوش کھا کے زخم گلو سے نکل گیا
مردہ ہوئے حیات کا نقشہ بدل گیا
ہچکی کے ساتھ ہونٹ کھلے دم نکل گیا

حضرت نے سر کو پیٹ کے اسطرح آہ کی
تڑپی لحد میں روح رسالت پناہ کی

لکھا ہے کہ حضرت علی اصغر معصوم نے امام مظلوم کی گود میں تڑپ کر جان دی اور امام مظلوم اوس کچی کلی کو جو ظلم کی باد سموم سے مرجھا گئی تھی خیمے میں لائے اور حضرت شہربانو کو بلا کر اونکی گود میں علی اصغر کو دیکر فرمایا کہ لو علی اصغر بھی جام کوثر سے سیراب ہو گئے اور ہم سے پہلے جنت کو سدھارے اب حضرت شہربانو کی مصیبت اور بیقراری کا حال اور حضرت کلثوم و زینب کے دلکا ملال اور حضرت سکینہ کی بھائی کیواسطے بیقراری اور حضرت زین العابدین کی حالت بیماری میں آہ و زاری کس زبان سے بیان ہو کہ جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

بیان شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام

یہاں سے واقعات قیامت خیز اور ماجرائے وحشت انگیز خامس آل عبا مقتدائے القبلتین حضرت امام حسین صلواۃ اللہ فی الکونین کا آغاز ہے جسکو سنکر سنگدل آدمی کا بھی رونگٹا رونگٹا روتا ہے یعنی جبکہ علی اصغر معصوم نے
[illegible] شربت شہادت نوش فرمایا تو [illegible] حضرت زین العابدین بیمار کے

کوئی بھی باقی نہیں رہا تو ایک آہ سرد دل پُر درد سے بھر کر کہا
آج تنہائی اور بیکسی ہماری مونس وغمخوار ہے آج اس کربلا کے میدان میں
نہ کوئی یار نہ مددگار ہے یہہ سوچ کر تن تنہا رن کا ارادہ فرمایا حضرت
زین العابدین جو بستر بیماری پر پڑے ہوئے یہ سب صدمہ اوٹھا رہے
تھے بدشواری تمام کھڑے ہوئے اور اوسی بیماری کی حالت زار میں
نیزہ ہاتھ میں لیا اور میدان کی طرف باپ پر قربان ہونے کو چلے حضرت
امام عالیمقام نے جو دیکھا کہ فرزند بیمار جو میدان کی طرف جاتا ہے اور
ضعف ونقاہت کے باعث سے پاؤں لڑکھڑاتا ہے تو بے تابانہ دوڑے
اور فرمایا کہ بیٹا تو ایسی حالت بیماری میں کہاں جاتا ہے اور کیوں مجھے اپنا
بھی داغ دکھاتا ہے دنیا میں میری نسل کی بقا تیری زندگی پر موقوف ہے
تجھے تو ابھی بہت سے صدمے اوٹھانے باقی ہیں اس اہل بیت کی کشتی کا
صرف تو ہی اب ناخدا ہے اور عابد بیمار کا ہاتھ تھام کر خیمے میں لائے اور
نعمت معرفت حق اور علم مطلق جو سینہ بسینہ چلی آتی تھی اونکو عطا فرمائی اور
بہت سی وصیتیں فرمائیں۔

درود آل پے اصحاب مصطفے پے درود	حسن حسین پے حیدر پے فاطمہ پے درود

پھر حضرت شہربانو سے پوشاک طلب فرمائی اور ہتھیار بدن مبارک پے آراستہ
کئے عمامہ رسول سر مبارک پر رکھا سپر حضرت امیر حمزہ زیب پشت فرمائی
ذوالفقار حیدر کرار حمایل کی نیزہ ہاتھ میں لیا ذوالجناح سواری کیلئے طلب

شہربانوئے مغموم رونے لگیں اور رو رو کر جان کہونے لگیں کہ اے ہمارے
والی و وارث تم تو میدان کربلا میں جا کر اپنا سر راہ خدا میں کٹاتے ہو اور ہمکو
تن تنہا اس ہولناک جنگل میں کس پر چھوڑے جاتے ہو آپ نے فرمایا کہ
آج میں تم سبکو خدا کے سپرد کرتا ہوں وہی تم سبکا چارہ ساز اور غریب نواز
ہے یہہ فرمایا اور سبکو بے تاب و بیقرار تڑپتا چھوڑکر میدان جنگ کا
عزم فرمایا۔

مسدس

مجرئی رئیس علی کا لاڈلا آنیکو ہے
فاطمہ کا لال سوئے کربلا آنیکو ہے
سر پہ تاج نور تن پر حلۂ باغ بہشت
ہاتھ میں شمشیر ہے شیر خدا آنیکو ہے
نور چشم مرتضی مقبول ذات کبریا
راکب دوش محمد مصطفے آنیکو ہے
شہ نے جا کر رئیس فرمایا کہ اے شمر لعیں
کرنہ یہہ ظلم و ستم روز جزا آنیکو ہے
باز آ ور قہر سے اللہ کے ورنہ ابھی
چرخ پر گردش زمیں پر زلزلہ آنیکو ہے
تھی ندائے مصطفے اکبر صبر گھبرانا نہیں
خلد میں تو اے ہمارے مہ لقا آنیکو ہے

روح پاک پنجتن پر بھیج اے اکبر درود
ٹھنڈی ٹھنڈی باغ جنت سے ہوا آنیکو ہے

درود آل پہ اصحاب و مصطفے پہ درود
حسن حسین پہ حیدر پہ فاطمہ پہ درود

مسدس

رن میں پسر فاتح خیبر کی ہے آمد
صف گرتی ہے صف پر شہ صفدر کی ہے آمد
تاج شرف و فخر سکندر کی ہے آمد
شاہ شہدا سبط پیمبر کی ہے آمد

مثل جنات و ملک فرش زمیں [illegible]

سر اقدس پر جبریل امیں ہے

ہے بسکہ دماغ اوج پہ خورشید دیں سے
آواز انا العرش کی پیدا ہے زمیں سے
پر نور بنا فرش فرشتوں کی جبیں سے
الفت ہے قدم گاہ شہ عرش نشیں سے
ظلمت کے اگر پاؤں پھسل جائیں بجا ہے
پانی کے عوض نور کا چھڑکاؤ ہوا ہے

میداں میں خورشید امامت کی ہے آمد
شاہنشہ اقلیم شہامت کی ہے آمد
شاہوں کی جبینوں پہ ندامت کی ہے آمد
آفت کی لڑائی ہے قیامت کی ہے آمد
خورشید قیامت سر شاہ دوجہاں ہے
مشتاق لقا نیزۂ خولی کی سناں ہے

دوڑا عسس عدل کہ اب دم نہ چرانا
باجوں کو ہوا حکم کہ اب غل نہ مچانا
تیغوں سے تہور نے کہا سر نہ اوٹھانا
ہیں خود قدر انداز ملامت کا نشانا
ہیں لپٹے ہوئے خوف سے خنجر کمروں میں
ہر تیر سے کہتی ہے خطا ڈھانک پروں میں

نوتہ کی قبا خوف سے ہے چرخ کے بر میں
اور بال کھڑے ہو گئے خورشید کے سر میں
ہلچل سے اوٹھا درد پہاڑوں کی کمر میں
اور بحر سمٹ کر چھپا سوراخ گہر میں
اڑنے لگے ہمراہ شراروں کے جبل بھی
اور ڈھونڈتے ہیں روزن سوزن کو جمل بھی

غل ہے کہ قضا آتی ہے جانوں سے خبردار
تیروں سے خبردار کمانوں سے خبردار
نیزوں سے خبردار سنانوں سے خبردار
شانوں سے خبردار نشانوں سے خبردار

آیا جو غضب تیغ شہنشاہ عرب کو
موسیٰ کا عصا بنکے نگل جائیگی سب کو

اس تزک و احتشام اور دہوم دہام سے حضرت امام عالیمقام کی سواری میدان میں آئی۔

اوس دشت میں بکھری جو شعاع رخ روشن
موسیٰ نے پکارا کہ یہ ہے وادی ایمن
خور کے رخ روشن نے لیا گرد کا دامن
عیسیٰ نے صدا دی کہ ہے خورشید کا مسکن

تنویر ہے کس پرتو نور ازلی کی
دہوپ اتری رخسار حسین ابن علی کی

میدان میں کھڑے ہو کے پکارے شہ ذیشاں
ہم سر خدا آیۂ حق حجت یزداں
ہم محرم اسرار ہیں ہم معنی قرآں
قندیل حرم قبلۂ دین کعبۂ ایماں

شمع ازلی جلوہ بالا ہے ہمارا
کونین کی محفل میں اوجالا ہے ہمارا

دنیا طلبو تم نہیں آگاہ کہ ہیں ہم
راحت دہ جان و دل مخدومۂ مریم
نور نظر باعث ایجاد دو عالم
فخر بنی آدم سبب توبۂ آدم

خورشید تہ سایہ الطاف ہے کس کا
لولاک لما سطلع اوصاف ہے کسکا

خادم ہیں ملک خادمہ جنت ہی ہماری
واجب ہے ادب فرض اطاعت ہے ہماری
بخشش کی جو دولت ہو بدولت ہے ہماری
واللہ ولا اجر رسالت ہے ہماری

لو ہاتھ میں قرآن کہ سائل ہو نہیں تم سے

واقف نہیں کیا آیۂ لا اسئلکم سے

اللہ کی سرکار ہے سرکار ہماری
اوٹھتی نہیں نہ چرخ سے تلوار ہماری
اور فوج ملائک ہے جلو دار ہماری
اس گنبد آہن میں ہے جھنکار ہماری
حضرت سے یداللہ کی بن گونج رہے ہیں
ہلتی ہے زمیں چرخ کہن گونج رہے ہیں

اُترے ہیں یہاں آکے جو ہم چند مسافر
لب خشک سوارونکے ہیں اور گھوڑونکے حافر
ترساتے ہو پیاسونکو مسلماں ہو کہ کافر
اللہ سے ناراض ہے احمد سے ہو نافر
رحم آل رسولؐ مدنی پر نہیں آتا
اُمت ہو نبیؐ کی مجھے باور نہیں آتا

مہمان ہیں پانی ہمیں دیتا نہیں کوئی
سب غیر ہیں پردیس میں اپنا نہیں کوئی
جنگل میں غریبوں کا سہارا نہیں کوئی
دو لاکھ ہیں اللہ کا بندہ نہیں کوئی
بے دین ہیں سب کوئی مسلمان نہیں ہے
اس قوم میں سب کچھ ہے تو ایمان نہیں ہے

دریا کے قریں خیمے لگانے نہیں دیتے
آرام نبیؐ زادونکو پانے نہیں دیتے
اک قطرہ بھی سادات تک آنے نہیں دیتے
چاہا کہ چلے جائیں تو جانے نہیں دیتے
ناموس نبیؐ ظلم کے نرغے میں گھرے ہیں
کیسے یہ مسلماں ہیں کہ کعبہ سے پھرے ہیں

آرام دلِ صاحب معراج ہے شبیر
گو ناوک کشتہ تشنہ دہن آج ہے شبیر
عرش احدی کا گہر تاج ہے شبیر
[illegible] سمجھے جسکو محتاج ہے شبیر

چاہے تو رگ سنگ سے چشمے نکل آئیں
ہاتونکی لکیروں سے سمندر ابل آئیں

ابتک کسی بندے پہ جفا کی نہیں ہیں نے
ہے کونسی حاجت جو روا کی نہیں ہیں نے
مہمان سے بلوا کے دغا کی نہیں ہیں نے
بد حق میں بدوں کے بھی دعا کی نہیں ہیں نے

بیکس ہے مسافر ہے دل آزار نہیں ہے
بندہ کسی بندہ کا گنہگار نہیں ہے

دریا سے عزیزوں کو جدا ہیں نے اوتارا
خنجر سے کیا ہیں نے جگر کس کا دو پارا
پانی سے کیا آل محمد نے کنارا
یا تیر جفا کیش سے بچہ کوئی مارا

تلوار سے خون کوئی بہایا ہو تو کہدو
تلوار تو کیا ہاتھ اوٹھایا ہو تو کہدو

ناگاہ صدا آئی کہ اے صابر و شاکر
کی تو نے تمام اونپہ مری حجت قاہر
ہیں جن و ملک ارض و فلک وصف میں قاصر
تلوار کے جوہر بھی دکھا اے مرے ناصر

آگاہ ہوا کوئی عرب سے نہ عجم سے
شبیر مدارج ترے پوچھے کوئی ہم سے

مژدہ جو سنا جنگ کا شمشیر دو سر نے
منہ چوم لیا بادشہ جن و بشر نے
یاد آگئی شوخی لگی اٹھکھیلیاں کرنے
کی عرض بصد حد ادب فتح و ظفر نے

مشتاق ملاقات ہے تن سیر کو چلئے
اب آئیے مشکوئے معلّی سے نکلئے

[illegible] ظفر [illegible] سے باہر نکل آئی
اک بار بھی [illegible] کو نہ گھونگٹ میں نکل آئی

[illegible] بن میں عروس اجل آئی
ٹھوکر جو لگی جان عدو منہ کے بل آئی

ہاتھ اوسکا شرارت سے جو زیر بغل آیا
کس چال سے دل لینے کا پہلو نکل آیا

آب دم شمشیر ہوا زہر کا دریا
دریا نے بھی دیکھا نہیں اس لہر کا دریا
اوس زہر کے دریا میں ملا قہر کا دریا
منکر ہوا فاطمہ کے مہر کا دریا

غل تھا کہ بہا زہر میں بے عون کا لشکر
پھر غرق ہوا نیل میں فرعون کا لشکر

معشوق ہے نرمی اسے بھاتی نہیں اصلا
دل چھین کے پھر منہ یہ لگاتی نہیں اصلا
دم لا کہ یہ خفا ہوں یہ سناتی نہیں اصلا
تڑپا کرے گردن یہ اوٹھاتی نہیں اصلا

قسمت کوئی لڑ جائے تو سر پھوڑ کے رکھدے
اور بات بگڑ جائے تو منہ توڑ کے رکھدے

مہمان کی طرح خانہ دل میں اتر آئی
تھی فکر غنیمت میں کہ کافر کے گھر آئی
کی خانہ تلاشی ادہر آئی اودہر آئی
نقد جگر و جان کی صفائی نظر آئی

کہتی تھی اجل تیغ حجازی کیلئے ہے
صوفی کا زروال ہے غازی کیلئے ہے

بڑھتے ہی قدم ظلم کی مسجد کو گرایا
دل توڑ دیا کفر کا معبد کو گرایا
سر چڑھتے ہی سر خود کے گنبد کو گرایا
افسوس نہ اس چرخ زبرجد کو گرایا

تھی باد فنا گلشن ہستی کو اوجاڑا
تھی حامی دین کفر کی بستی کو اوجاڑا

اتری ہے فلک سے تو چڑھی ہے نظروں پر
پانی ہما ہر ستا ہے لہو بد گہروں پر
معشوق سرافراز ہے چلتی ہے سروں پر
جبریل اٹھیں اسکو بٹھاتے ہیں پروں پر
لپٹایا ہے اسکو کمر عقدکشا نے
چھاتی سے لگایا ہے رسولؐ دوسرا نے

سمٹیں جو صفیں تیغ کی ابرو پہ بل آیا
کچھ دم جو بڑھا خون کا دریا ابل آیا
بادل کی طرح سامنے فوجوں کا دل آیا
عمران کا خلف چیر کے دریا نکل آیا
غل تھا کہ رن ایسا نہ پڑا ہے نہ پڑیگا
یوں بعد علی کوئی لڑا ہے نہ لڑیگا

افلاک پہ چمکی کبھی سر پر کبھی آئی
کوندی کبھی جوشن پہ کمر پر کبھی آئی
گہہ پڑ گئی سینے پہ جگر پر کبھی آئی
تڑپی کبھی پہلو پہ جگر پر کبھی آئی
طے کرکے پہری کونسا قصہ تہا فرس کا
باقی تہا جو کچھ کاٹ وہ حصہ تہا فرس کا

زیبا تھا دم جنگ پریوش اسے کہنا
معشوق بنی سرخ لباس اوسنے جو پہنا
اس اوج پہ وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا
جوہر تھے کہ پہنے تھی دلہن پھولوں کا گہنا
سیب چمن خلد کی بو باس تھی پھل میں
رہتی تھی وہ شبیر سے دولہا کی بغل میں

گیتی سم شبدیز سے جو زیر و زبر تھی
گھوڑے کی تگاپو سے زمیں خاک بسر تھی
سرمہ سم شبدیز سے کاندیکے بصر تھی
خم تیغوں کی استاد تیغوں کی کمر تھی
ہچل تھی کہ ستوں کو جدا باپ سے مارا

تلوار سے بجلی جو چلا ٹاپ سے مارا

ناگاہ صدا آئی کہ اے سید نامی
ان عاصیوں کا روز جزا کون ہے حامی
آ جائے کہیں کام میں امت کی نہ خامی
کیا تجھسے لڑیگا کوئی رومی ہو کہ شامی
حق نانا کی امت کا ادا کر مرے صابر
اب وعدہ طفلی کو وفا کر مرے صابر

اکبار رہا عالم امکاں میں اندھیرا
منہ کعبے کو اوس قبلہ کونین نے پھیرا
خورشید امامت سپہ شام نے گھیرا
کی حق سے مناجات کہ حامی ہی تو میرا
رحمت ز ازل تا بہ ابد ہے تیری مولا
در کار مصیبت میں مدد ہے تیری مولا

پاتا ہے ترے لطف سے ہر کام سرانجام
گردشت مصیبت میں گھرا ہی کوئی ناکام
دیتی ہے عنایت تیری بےچین کو آرام
فی الفور تیرے دست حمایت نے لیا تھام
تنہائی میں ہر چند کوئی پاس نہیں ہے
ہے تجھکو مرا پاس تو کچھ یاس نہیں ہے

عباس تو پیارا لب دریا ہے سدھارا
اصغر کا جگر چھید گیا اور دم نہیں مارا
اکبر کا کلیجہ ہوا برچھی سے دو پارا
سر ہو کہ پسر کوئی بھی تجھسے نہیں پیارا
کونین تیرے سامنے کیا چیز ہے مولا
شبیر تیرا بندۂ ناچیز ہے مولا

ذلت ہے تیری راہ میں عزت کی برابر
راحت نہیں [illegible] جنت کی برابر
دولت نہیں خاک در دولت کی برابر
کب شہد ہے لذت میں شہادت کی برابر

	لب شکر کے شربت سے مرا نزع میں تر ہو تلوار کے پانی ہیں تری یاد شکر ہو	

نزدیک ہے اب مرحلۂ تیغ کی منزل ہلتی ہو زبیں اور نہ تڑپتا ہو مرا دل	مضطر نہوں سینہ ہو تہ زانوئے قاتل لب پر ہو ترا اسم مبارک دم بسمل

	خنجر کی صعوبت سے نہ بے ہوش ہو شبیر سر دوش سے اُترے تو سبکدوش ہو شبیر	

لکھا ہے کہ امام مظلوم اسوقت اعدائے بے دین کے سامنے کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ اے لوگو خیال کرو اور سمجھو کہ میرا نانا رسول خدا اور میرا باپ علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہؓ زہرا بنت مصطفےٰ اور میرا بھائی حسنؓ مجتبیٰ ہے تمکو میرا خون کسطرح روا ہے تمنے ہی تو مجھکو خطوط روانہ کر کے بلایا ہے اور میرے عزیز و اقارب کا بے خطا خون بہایا ہے کاش اب بھی تمکو خداوند کریم ہدایت فرمائے اور راہ راست پر لائے تاکہ میرے خون ناحق سے ہاتھ اوٹھاؤ اور اپنے آپ کو خدا کے قہر سے بچاؤ اگر خدا اور اوسکے رسول پر ایمان لائے ہو تو مجھکو اجازت دو کہ میں اپنی عورات کو لیکر کسی اور طرف چلا جاؤں اور پھر اسطرف کو نہ آؤں اور اگر میرے قتل سے باز نہیں آتے اور قہر خدا کو کچھ خیال میں نہیں لاتے تو رَضِینا بالقضاءِ اللہ۔

راوی لکھتا ہے یہ تقریر امام تشنہ کام کی سنکر بعض سنگدل موم ہوئے اور خدا کے قہر سے ڈرنے لگے اور چھوڑ دینے کا مشورہ کرنے لگے لیکن بختی ابن بخت اور شمر ذی الجوشن وغیرہ جو سخت سنگدل تھے اونہوں نے

... ڈر آیا اور امام تشنہ کام کی
تقریر کا یہہ اثر ہوا۔ مسدس

حضرت کی جو آواز گئی گوشِ عمر تک — لرزاں ہوئے جنگل کے شجر اور حجر تک
تھرانے لگے خوف سے فوجوں کے جگر تک — لیکن نہوا جیفۂ دنیا کو اثر تک
بیٹھا فرسِ تند پے پوشاک بدل کر
نزدیک تر آیا صف لشکر سے نکل کر

بولا کہ جو ارشاد شہنشاہ ہُدا ہے — آیاتِ الٰہی کی طرح حق ہے بجا ہے
دُنیا طلبوں کے لیئے پہر فائدہ کیا ہے — جو بندہ زر ہیں ادنہیں کیا خوف خدا ہے
گوشہ کی وِلا نارِ جہنم کی سپر ہو
یاں کچھ نہیں درکار فقط فقرۂ زر ہو

بندے ہیں مگر خوف خدا ہم نہیں رکھتے — کچھ پاس رسوؐل دوسرا ہم نہیں رکھتے
دشمن سے مدارات روا ہم نہیں رکھتے — کیا اپنے بزرگوں کی وِلا ہم نہیں رکھتے
آتش زنی دل دیر سے ہیں صدر کے کینے
نکلینگے یہاں سب اُحد و بدر کے کینے

دین ہیچ ہے دل دولت دنیا سے غنی ہے — جاں شیفتہ زینت دنیائے دنی ہے
اللہ سے بگڑی ہے تو حاکم سے بنی ہے — کیا صلح کا ہنگام کہ اب جنگ ٹھنی ہے
جنگل ہے یہ تیغ و تبر و تیر و سناں کا
دل تنگ ہیں یاں کام نہیں نوک زباں کا

القصہ عمر سعد شقی نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اب امام تشنہ کام کو

بات کرنے کی مہلت نہ دو اور بہت جلد کام تمام کرو اسپر سب کے سب
قتل پر آمادہ ہوگئے سب سے پہلے تمیم رو سیاہ شام کا سردار امام علیہ السلام
کے مقابل آیا آپ نے ایک ہی وار میں اوس مردود کو جہنم میں پہونچایا اسیطرح
اکثر مردود امام عالیمقام کے سامنے آتے تھے اور آپکی تیغ آبدار سے دوزخ
کو جاتے تھے جبکہ امام تشنہ کام پیاس کی شدت سے بے تاب ہوئے تو نہر
فرات کی طرف ارادہ فرمایا فوج مخالف کو ہٹاتے اور اکثر کو دوزخ پہونچاتے
ہوئے نہر فرات پر آئے اور چلو میں پانی بھر کر پینے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ
ننھے ننھے بچوں کی پیاس یاد آگئی اور پانی ہاتھہ سے پھینک دیا اور ایک
بوند بھی پانی کی نہ پی۔ اوسکے بعد اوسیطرح پیاس سے بے تاب خیمے میں
آئے اور عابد بیمار اور سکینہ کو گلے سے لگایا اور حضرت بانو اور کلثوم اور
زینب مغموم کو رونے سے منع فرما کر پھر میدان میں اعدا کے سامنے آئے
اور خوب ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھائے پھر ایک جماعت کثیر اور
جم غفیر آپکی تیغ سے واصل جہنم ہوا پھر تو عمر شقی نے کہا کہ اے لوگو اب
کیا دیر ہے اب تو تن تنہا امام باقی ہیں یہ سنکر تمام اشقیا نے ملکر حملہ کیا
اور نیزے اور تیر اور شمشیر کا مینہ برسانا شروع کردیا۔ راوی لکھتا ہے کہ
کسی ظالم کا تیر امام مظلوم کی نورانی پیشانی پر ایسا کاری لگا کہ تمام چہرہ
خون سے تر ہوگیا آپ بار بار منہ پر ہاتھہ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ
کل قیامت میں اپنے نانا رسول خدا کے حضور میں اسی صورت سے
جاؤنگا اور حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کو اپنا یہ حال دکھاؤنگا کہ آپکے بعد

گیا ہے

روایت ہے کہ جب آپ زخموں سے چور چور ہو گئے اوسوقت اعدائے بے دین خیمے کی طرف دوڑے امام تشنہ کام خفا ہو کر للکارے کہ او قوم نابکار حرم محترم رسول خدا کی طرف کیوں جاتے ہو اور اونکو کیوں ایذا پہونچاتے ہو تمکو فقط میرا قتل کرنا منظور ہے عورات بے قصور نے تمہارا کیا بگاڑا ہے یہ سنکر وہ اشقیا بے حیا اس جرات سے باز آئے پھر امام مظلوم پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور نیزہ و تیر و شمشیر کا مینہ برسانے لگے یہانتک کہ جسم مبارک پر بیاسی[۸۲] زخم کاری لگے اور تمام بدن خون سے تر بتر ہو گیا۔

روایت ہے کہ اوسوقت آپ نے شدت تشنگی سے بے تاب ہو کر ایک جام پانی طلب کیا کسی نے وقت آخر سمجھ کر لا دیا ابھی ایک قطرہ پانی آپکے لب مبارک تک نہیں پہونچا تھا کہ کسی ظالم نے آپکے چہرہ نورانی پر ایسی تلوار ماری کہ پانی کا پیالہ ہاتھہ سے چھوٹ گیا اور ایک قطرہ بھی لب خشک تک نہ پہونچا آپ اوسوقت رو بقبلہ ہو بیٹھے اور معشوق حقیقی سے راز و نیاز ہونے لگا وہاں تو اعدا کی یہ شقاوت اور یہاں تاجدار شہادت کی یہ کیفیت تھی کہ بدن کا رونگٹا رونگٹا اشتیاق دیدار الٰہی میں دیدہ شوق بنا ہوا تھا اوس وقت حضرت رسول مقبول معہ گروہ انبیا و ملائکہ میدان کربلا میں ایستادہ شیشی لئے ہوئے خون اوٹھانے پر آمادہ تا کہ کوئی خون کا قطرہ زمین پر نہ گرنے پائے۔

روایت ہے کہ جسوقت امام عالیمقام پشت زین سے فرش زمین پر گرے ... تہ ظہر کا وقت جمعہ کا دن تھا گویا گھوڑے سے خم مبارک کو عرش کی چھوڑت اور

پشت زین سے مائل بزمین ہونا یقین جنگ کی حقیقت تھی - ایک روایت ہے
کہ جب آپنے زخم پر زخم کھائے تو اس خیال سے کہ یہہ گھوڑا خاص رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا ہے اُتر آئے کہ دفعتاً ایک شقی کا تیر
امام مظلوم کے تالوسے پار ہوگیا آہ کے نعرے عالم بالا سے آئے زمین و
آسمان تھرائے شمر ملعون اوس سینے پر جو بحر عرفان کا سفینہ اور اسرار الٰہی
کا گنجینہ تھا چڑھ بیٹھا آپنے آنکھیں کھولدیں اور فرمایا تو کون ہے اوسنے کہا
میں شمر ہوں آپنے فرمایا کہ اچھا ذرا اپنا ڈھاٹا تو کھولدے اوسنے ڈھاٹا کھولدیا
آپ نے دیکھا کہ اوس شقی کے دانت سور کی طرح باہر نکلے ہوئے ہیں
پھر فرمایا کہ ذرا سینہ تو اپنا کھول اوسنے سینہ پر کینہ کھولا تو آپ نے دیکھا کہ
اوسکے سینہ پر سفید سفید داغ برص کے ہیں آپنے فرمایا کہ نانا جان نے جو
دو تین نشانیاں میرے قاتل کی مجھے بتائی تھیں وہ اسکے موجود ہیں اور جو
یہہ فرمایا تھا کہ کل ظہر کی نماز تم میرے ساتھ پڑھوگے بالکل درست ہے
یہی میرا قاتل ہے اسکے بعد شمر سے دریافت فرمایا کہ آج کیا دن ہے اور کونسی
تاریخ ہے کہا کہ آج دسویں تاریخ ماہ محرم سنہ ٦١ ہجری ہے اور جمعہ کا روز
عاشورہ کا دن ہے فرمایا کیا دوپہر ڈھل گئی عرض کیا کہ ہاں ڈھل گئی پھر پوچھا
کہ یہ کیا وقت ہے کہا کہ نماز جمعہ کا وقت دریافت کیا کہ اسوقت کیا
ہو رہا ہے عرض کیا کہ اب جمعہ کے خطبے پڑھے جارہے ہیں پوچھا کہ خطبہ
کیا چیز ہے عرض کیا کہ ممبر پر چڑھکر خدا اور رسول کی حمد و ثنا بیان کیا کرتے ہیں تو
فرمایا کہ اے شمر کیسا شرم و حیا کا مقام ہے کہ میرے نانا کے مداح تو منبر پر

پھر پڑھتے ہوئے میرے نانا کی تعریفیں اور نعتیں پڑھتے ہیں اور تو اونکے نواسہ کے سینے پر چڑھا ہوا ہے اور جس حلق پر میرے نانا بوسے دیتے تھے اور اپنا منہ ملتے تھے تو اوسپر تیغ بیدریغ رکھتا ہے اے شمر اسوقت میں دیکھہ رہا ہوں کہ حضرت زکریا علیہ السلام میرے دائیں طرف اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بائیں طرف کھڑے ہوئے کف افسوس مل رہے ہیں اسوقت ذرا میرے سینہ سے تھوڑی دیر کیلئے الگ ہوجا تاکہ میں قبلہ رو ہو کر نماز پڑھ لوں پھر تجھے اختیار ہے۔

ہے ارادت نماز پڑہنے کی — دیدے مہلت نماز پڑہنے کی

جلدی کیا ہے ذرا اجازت دے — ہے حمیت نماز پڑہنے کی

پانی مانگو تو آب تیغ۔ مگر — دے اجازت نماز پڑہنے کی

کچھہ نہیں چاہتا سوا اس کے — دیدے فرصت نماز پڑہنے کی

میں کروں سجدہ تو بھی دم لیلے — ہے ضرورت نماز پڑہنے کی

سجدہ کرلوں تو جان دیدونگا — لیلے قیمت نماز پڑہنے کی

قطعہ تا دو شعر

کاٹ لے سر میرا مگر مجھکو — ہے جو عادت نماز پڑہنے کی

اس سے بیچین ہوں کہ دے مہلت — بافراغت نماز پڑہنے کی

میرے سینے سی ہٹ سرک چل دور — اب ہے نیت نماز پڑہنے کی

دیکھہ قرآن میں جابجا تاکید — ہے نہایت نماز پڑہنے کی

گر زیادہ نہیں تو مہلت دے | دو ہی رکعت نماز پڑھنے کی
بولا کیا فائدہ نماز سے ہے | کیوں ہے الفت نماز پڑھنے کی
بولے اتنوں کو ذبح کر ڈالا | تھی یہ طاقت نماز پڑھنے کی
ہوں اکیلا ہزار کو کافی | ہے یہ قوت نماز پڑھنے کی
کانپتا تھا جو تو منہ لشکر | تھی یہ ہیبت نماز پڑھنے کی
حور غلمان و جنت و تسنیم | ہیں بدولت نماز پڑھنے کی
اپنا منہ دیکھ پھر تو میرا دیکھ | ہے یہ صورت نماز پڑھنے کی
دیکھ لے نور میرے چہرے کا | ہے یہ عظمت نماز پڑھنے کی

بے نمازوں کو خالق اکبر
بخش عزت نماز پڑھنے کی

لکھا ہے کہ شمر ملعون سینہ بے کینہ امام عالیمقام سے اُترا اور آپ رو بقبلہ ہو کر نماز میں مشغول ہوئے اسکے بعد اسطرح مناجات کی ؎

کس سے معبود بیاں ہو یہ عنایت تیری | کہ زباں ایک ہے اور سیکڑوں نعمت تیری
آہ کچھ بن نہ پڑی بندے سے خدمت تیری | نقد جان دیتا ہوں سو ہے یہ امانت تیری

تجھ سے وعدہ جو کیا تھا وہ ادا کرتا ہوں
حق میں اس امت عاصی کے دعا کرتا ہوں

تیری درگاہ میں اب دیتا ہوں سر یا اللہ | ہو یہ سر امت عاصی کی سپر یا اللہ
اسکی اب پرسش اعمال نکر یا اللہ | جائے فردوس میں بے خوف و خطر یا اللہ

جب ہی [illegible] ہوئی مقبول شہادت میری

تو ہی سپرا ہے تو ہی میرے ہیں امت میری

اور ایک روایت یہہ ہے جو اس مسدس سے ظاہر ہے۔ مسدس

نیزہ لگا جو پشت مبارک پے آنکر
جب آ کے سامنے سے لگا گرز گاو خر
سر رکھہ دیا حضور نے گھوڑے کی نال پر
دُل دُل کی پشت سے جھکے سلطان نامور
سنبھلے جو سانس لینے کو گھوڑے سے جھوم کے
زہرا بلائیں لینے لگیں شانے چوم کے

چلائیں سر کو پیٹ کے للّٰہ کوئی آئے
ہے کون میرے نازوں کے پالے کو جا اوٹھائے
گھوڑے سے گرتا ہے میرا بچہ کوئی بچائے
اس تین دن کی پیاس پے تھرا رہے ہائے ہائے
یاور نہیں جو کوئی سنبھالے حسین کو
اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسین کو

اے ارض کربلا میرا بچہ ہے بیگناہ
اے نہر علقمہ میرا بچہ ہے بیگناہ
اے دشت نینوا میرا بچہ ہے بیگناہ
اے دہر بے وفا میرا بچہ ہے بیگناہ
گھیرا ہے ظالموں نے مرے نورِ عین کو
اے ذوالفقار تجھسے ہی لونگی حسین کو

بڑھکر بن انس نے سناں کا کیا جو وار
دوڑے اوتارنے کو رسول فلک وقار
دامن پکڑکے زین کا جھکے شاہ نامدار
دشت نبرد کو ہوا احکام کردگار
اسوار مثل تخت سلیماں صبا پے ہو
اے مقتل حسین معلق ہوا پے ہو

ابن قسیم چشمہ کوثر ہے اے زمین
تعظیم کر یہ سبط پیمبر ہے اے زمین

فوق اور اوج عرش علی سے سوا ملا
دامن میں لے تجھے یہ دُرِ بے بہا ملا

ناگہ زمیں دامن زیں تک ہوئی بلند
اُترے زمین پہ گھوڑے سے سلطان ارجمند
حربوں سے چور چور تھا شہ کا جو بند بند
تھے زخم ریگ گرم پہ آتش پہ تھی سپند

آمادہ قتل شاہ پہ آکر عدو ہوئے
یاد خدا میں شاہ امم قبلہ رو ہوئے

خنجر چڑھا کے سنگ پہ شمر لعیں بڑھا
تیوری چڑھا کے غصے سے وہ خشمگیں بڑھا
کہنی تلک چڑھائے ہوئے آستیں بڑھا
موزے پہن کے آہ سوئے شاہ دیں بڑھا

آیا نہ سنگدل کو ترس اوس نحیف پر
رکھا شقی نے پاؤں کلام شریف پر

خنجر لعیں نے حلق پہ سید کے جب رکھا
خیمے سے نکلے پیٹتے ناموس مصطفیٰ
زینب تھیں آگے آگے کھلے سر برہنہ پا
چلائے یہ حسین کہ زینب ادھر نہ آ

شمر لعیں گلے پہ جو خنجر چلائیگا
تم نرم دل ہو تمسے یہ دیکھا نہ جائیگا

سیدانیاں یہ سنتے ہی باہر نکل پڑیں
دامان و سینہ چاک کھلے سر نکل پڑیں
چلا کے گھر سے بانوئے مضطر نکل پڑیں
کلثوم اور زینب بے پر نکل پڑیں

غل تھا فلک نے دفتر عصمت اولٹ دیا
قسمت نے پردہ دُرِ دولت اولٹ دیا

[illegible] سکینہ نے دیکھا یہ ماجرا
کہکر زمیں پہ گر پڑی وہ وامصیبتا
خنجر گلے پہ پہیرتا ہے شمر بے حیا
اوٹہکر پکار رہی شمر ٹہر بہر مصطفیٰ

جلدی پدر کے ذبح میں تو اہل شر نکر
تو میرے سن کو دیکھہ مجہے بے پدر نکر

للہ شمر سبط پیمبر کو چہوڑ دے
حاجی کو بے وطن کو مسافر کو چہوڑ دے
سید کو بے گناہ کو مضطر کو چہوڑ دے
تو مجہکو ذبح کر مرے سرور کو چہوڑ دے

لپٹوں گلے سے میں پدر ناتوان کے
سینہ سے تو سرکٹ تو مرے باباجان کے

پہر آنکہہ کہولکر یہ کیا شاہ نے کلام
نانا کہاں ہیں دیکہلیں احوال تشنہ کام
دیکہا نہ ایک سانس بہی یہ حسرت کا ہی مقام
پہر سوئے چرخ دیکہہ کے کہنے لگے امام

گو شمر نے نہ قتل میں وقفہ ذرا کیا
بندے نے تیرے وعدۂ طفلی ادا کیا

یہہ کہکے چپ ہوئے جو شہنشاہ بحر و بر
فریاد کرتی رہ گئیں زینب بچشم تر
سینے سے سر کو کاٹ کے اترا وہ بدگہر
چلائی یہہ سکینہ کہ ہے ہے مرے پدر

بانو کی چشم نم میں اندہیرا سا چہا گیا
چادر گری جو سر سے بدن تہرتہرا گیا

روایت ہے کہ سنان بن انس نخعی کے نیزہ اور شمر ملعون کی تلوار سے روح پرفتوح امام علیہ السلام نے جنت الفردوس کی طرف پرواز کیا۔

تن سے جدا کیا تو قیس بن اشعث نے پیراہن مبارک کو تنِ بے سر سے
اوتار لیا اور حبیب بن موسل نے آپکی تلوار کو اپنے قبضہ میں کیا اور شمر ملعون
نے معہ لشکر جاکر خیمہ مبارک کو لوٹ لیا جبکہ اوسکی نظر امام زین العابدین
پر پڑی تو چاہا کہ اونکو بھی شہید کر دے ایک شخص نے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا اور
کہا کہ کافر کے لڑکے کو بھی نہیں مارتے ہیں اور یہہ تو مسلمانوں کے سردار
ہیں اور بیماری سے ناچار ہیں۔ شمر نے کہا کہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ کوئی لڑکا اہل عبا
کا باقی نہ رہے اوسنے کہا کہ تو ان سبکو ابن زیاد کے پاس بھیجدے جیسا وہ
چاہے کرے پس اونکو قیدی بناکر اور بیبیوں کو بے پردہ اونٹوں پر سوار کر کے
اور حضرت عابد بیمار کو ایک اونٹ پر ڈالکر معہ شہیدوں کے سروں کے روانہ
کیا چاہتا تھا کہ امام مظلوم کی خواہر حضرت زینب بے تابانہ بھائی کی لاش
سے لپٹ گئیں اور زار زار روکر یہہ فرمانے لگیں۔

نوحہ

زینب روکر بہن یہہ پکاری میرے مان جائے میں تیرے واری

روح جنت کو تیری سدہاری میرے مان جائے میں تیرے واری

کسقدر گرم ریگ رواں ہے جسم مجروح جسپر طپاں ہے

نور پر ہائے یہ ظلم تاری میرے مان جائے میں تیرے واری

تو تو پہونچا لب آب کوثر خوش ہے ماں باپ نانا سے مل کر

میں کہاں جاؤں اب غم کی ماری میرے مان جائے میں تیرے واری

اشک آنکھوں میں ہوتے تو روتی پانی ملتا تو زخموں کو دہوتی

بھر گئی خاک زخموں میں ساری میرے مان جائے میں تیرے واری

لے ملی خاک میں خاکساری میرے مان جائے میں تیرے واری

آج چودہ طبق ہل رہے ہیں، رو کے نانا گلے مل رہے ہیں
کیسی امت نے کی جان نثاری میرے مان جائے میں تیرے واری

والدہ سر کھلے رو رہی ہیں حوریں جنت میں جان کھو رہی ہیں
جن و انسان میں ہے آہ و زاری میرے مان جائے میں تیرے واری

مہر ہیں جسکی ماں کے ہو دریا باپ کا جسکے کوثر پہ قبضہ
اوسکے گوہر کی یہ آبداری میرے مان جائے میں تیرے واری

کیسے سامان ہو غسل و کفن کا آب و دامن ہی دیں بحر و صحرا
خشک ہیں اشک چادر اوتاری میرے مان جائے میں تیرے واری

کٹ گئے بھائی بیٹے بھتیجے سر برہنہ ہیں سیدانیوں کے
گھر لٹا شکر ہے لب پے جاری میرے مان جائے میں تیرے واری

کیسا سادات پر قہر ٹوٹا وہ لگی آگ وہ خیمہ لوٹا
یاں لگے تیر پر تیر کاری میرے مان جائے میں تیرے واری

ہے گرفتار آہ و بکا میں مجھسے بالو کی کرب و بلا میں
دیکھی جاتی نہیں بیقراری میرے مان جائے میں تیرے واری

ہے یہہ پیاسوں کی اگر کہانی سنگ کا دل ہوا پانی پانی
جب یہہ رو رو کے خواہر پکاری میرے مان جائے میں تیرے واری

روایت ہے کہ عمر سعد نے ایک دن کربلا میں قیام کیا اور اپنے جو لوگ مارے گئے تھے اونکو دفن کیا اور حضرت امام عالیمقام اور اونکے ہمراہیونکی لاشیں تین روز تک ویسے ہی میدان کربلا کی دہوپ میں پڑی رہیں تیسرے روز گاؤں عامریہ جو فرات کے کنارے ہے وہاں کے لوگوں نے جمع ہو کر امام علیہ السلام کا تن بے سر تو ایک قبر میں دفن کیا اور باقی سب بنی ہاشم کو ایک گنج شہیداں میں دفن کیا۔

درود آل پے اصحاب و مصطفےٰ پے درود	حسن حسین پے حیدر پے فاطمہ پے درود

روایت ہے کہ جسروز امام عالیمقام شہید ہوئے وہ دن قیامت سے کم نہ تھا بلکہ بعض نشانیوں سے اکثر لوگوں کو ظاہر ہوا کہ شاید قیامت آج ہی برپا ہو گئی منجملہ اونکے ایک یہہ ہے کہ جسوقت حضرت امام تشنہ کام شہید ہوئے تو دنیا میں ایسا اندھیرا ہو گیا تھا کہ کسیکو اپنا ہاتھ اپنی آنکھہ سے دن میں سجھائی نہ دیتا تھا اور آفتاب ایسا سیاہ ہو گیا تھا کہ دنکو تارے نظر آنے لگے تھے چرند پرند جڑی بوٹی کا دل اوس روز خون ہو گیا یعنی زمین سے جہاں کا پتھر اوٹھاتے تھے تو اوس جگہ سے خون کے فوارے جاری ہو جاتے تھے جو پتھر بیت المقدس میں اوس دن اوٹھایا اوس سے تازہ خون لوگوں نے جاری پایا اور آسمان کا رنگ سرخ ہو گیا اور اوس سے سات دن برابر خون برسا کیا اور مدت تک اوسکا اثر باقی رہا اور جس کپڑے پر وہ خون گرا وہ کپڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا لیکن خون اوس سے زایل نہ ہوا ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ سرخی آسمان سے حکمت یہ ہے کہ آدمی جب غضبناک ہوتا ہے

[illegible] بجانہ تعالی [illegible] وغیرہ سے پاک ہے
پس خداوند جل وعلی نے اپنے غضب اور غصہ کا قاتلان امام علیہ السلام
پر یوں اظہار فرمایا ہے کہ آسمان سے خون برسایا اور زمین کا دل یک لخت خون ہو گیا۔ شعر

بحر و بر جن و بشر حور و ملک ارض و فلک ۔۔۔ روتے ہیں بیجرمی خونِ شہیداں دیکھکر

اوس روز جو پتھر جہاں سے اوٹھاتے تھے اوسکے نیچے تازہ خون پاتے تھے
پس خداوند ذوالجلال کے غیظ و غضب کا اظہار تو اسوقت تک شام کی
شفق سے ہوتا ہے اور رسول مقبول کے دل کا اوس روز ملال اسطرح
ثابت ہے کہ اوسدن ام سلمی نے آپکو خواب میں پریشان حال دیکھا ترمذی
شریف سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی تھیں کہ جسروز حضرت
امام علیہ السلام شہید ہوئے ہیں نے رسول مقبول صلی اللہ علی وآلہ وسلم کو بعد دوپہر
کے خواب میں دیکھا کہ حضرت کھڑے روتے ہیں اور گرد و غبار ریش مبارک
پر پڑا ہے اور ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جسمیں خون بھرا ہوا ہے اوسوقت میں نے
بیتاب ہوکر پوچھا کہ روحی فداک یا رسول اللہ یہ کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ
اے ام سلمہ کیا حال پوچھتی ہو اسوقت میرا فرزند دلبند حسین قتل ہو گیا ہے
اور اس شیشہ میں صبح سے آج میں اوسکا اور اوسکے ساتھیوں کا خون بھرتا
پھرتا ہوں اور اسیطرح سے عبداللہ ابن عباس نے آپکو خواب میں دیکھا۔
روایت کی ہے ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے کہ جس دن امام علیہ السلام نے
شہادت پائی اوسروز جن اور پری آپمیں نوحہ کرتے تھے اور گریہ و زاری میں
بیقرار تھے۔ آسمان سے اونکے رونے کی آواز آتی تھی۔ روایت ہے کہ حضرت

... می نے جنبوں کا نوحہ اور آہ وزاری تھی اور اسقدر روئیں کہ بیہوش ہوگئیں

الغرض امام علیہ السلام پر تو رونا قیامت تک سب مسلمانوں پر باقی رہا اور خاص عاشورہ کا تو وہ دن ہے کہ ہر سال حضرت امام برحق کا غم والم تازہ ہو جاتا ہے اور خاص اوس دن تو ملائکہ اور انبیا روئے جناب سید المرسلین کے ساتھ حوریں روئیں حضرت فاطمہ زہرا کے ساتھ اولیا روئے حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کے ساتھ۔

روایت ہے کہ محرم کی بارہویں تاریخ تمام اہل بیت کو عمر سعد گرفتار کر کے اور شہیدوں کے سر دنکو برچھیوں اور نیزوں پر چڑہا کر میدان کربلا سے کوفے کو لیچلا آگے آگے شہیدوں کے سر نیزوں پر نمودار پیچھے پیچھے حضرت کلثوم اور زینب مغموم اور عابد بیمار جاتے تھے خوف کے مارے کسی سے بول نہ سکتے تھے اور حیرت سے ہر ایک کا منہ تکتے تھے جسوقت میدان کربلا میں اہل بیت کا قافلہ گذرا اوسوقت شہیدوں کی لاشوں کو خاک و خون میں پڑا دیکھکر اسقدر شور گریہ وزاری ہوا کہ آسمان پر لرزہ طاری ہوا اسطرح منازل طے کر کے کوفے میں پہونچے تو لوگ کوچہ و بازار میں اپنے اپنے در و بام پر کھڑے ہوئے اہل بیت پاک کا حال دیکھکر بیقرار ہوتے تھے اور زار زار روتے تھے اوس روز ابن زیاد بدنہاد نے دربار عام کیا اور اہل بیت اطہار کو معہ سرہائے شہدا طلب کیا اور امام علیہ السلام کا سر مبارک طشت میں اپنے سامنے رکھکر مسکرایا اور ایک چھڑی اوس مردود کے ہاتھہ میں تھی بار بار امام تشنہ کام کے

اس وقت زید بن ارقم رسول اللہ کے صحابی وہاں موجود تھے اونہوں نے فرمایا کہ اے مردود یہہ کیا بے ادبی ہے کہ حسین علیہ السلام کے لب و دندان پہ چھڑی مارتا ہے خدا کی قسم ہے کہ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول خدا ان لب و دندان مبارک پر بوسہ دیا کرتے تھے اور تو یہ چھڑی مارتا ہے اوس مردود نے جواب دیا کہ اے زید بن ارقم اگر تو پیر ضعیف اور بے عقل نہوتا تو میں تجھکو ابھی قتل کرتا اونہوں نے جواب دیا کہ جب تو نے نبی کے فرزند اور رسول کے حرم محترم کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں ابن زیاد کل کی بات ہے کہ رسول خدا نے انہیں امام کو جنکا سر مبارک آج تیرے سامنے طشت میں رکھا ہے اپنے زانو پر بٹھا کر فرمایا تھا کہ خداوندا امام حسن اور امام حسین کو میں تیرے نیک بندوں کے اور تیرے سپرد کرتا ہوں سو افسوس ہے کہ بعد نبیؐ کے تم اہل کوفہ نے اس امانت میں ایسی خیانت کی کہ اوسکا سر نیزہ پر چڑھایا اور اونکی اہل بیت پاک کو دربار عام میں بے پردہ قید کر کے بلایا انشاءاللہ تعالیٰ اسکی جزا تم کو منتقم حقیقی دیگا۔ لکھا ہے کہ جسوقت اہل بیت میں اندوہ و ملال کا ماتم ہوا اور شمر شقی عمر سعد کے سامنے سر مبارک امام علیہ السلام کا لیکر پہونچا ہے تو۔

مسدس

یاں تو ماتم تھا مگر عید کے سامان تھے ادھر
گرد سردار تھے نذرانے لئے ہاتھوں پہ سر

بیٹھا تھا کرسی زریں پہ تکبر سے عمر
وہ یہہ کہتا تھا ابھی لونگا نہ نذر لشکر

ٹھہرو ٹھہرو ذرا شمر کو خلعت دیکے لوں

نذر پہلے سر فرزند پیمبر لے لوں

تھا یہ سامان کہ آیا وہاں شمر اکفر
خنجر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شبیر کا سر
جھوم کر فخر سے کہتا تھا یہ وہ بد اختر
ہے شجاعان عرب میں کوئی میرا ہمسر

میں نے اوس شیر کے فرزند کے سر کو کاٹا
جسکی شمشیر نے جبریل کے پر کو کاٹا

بادشاہ ملک و جن و بشر کو مارا
حاکم انجم و خورشید و قمر کو مارا
میں نے ہمشکل پیمبر کے پدر کو مارا
جسکو معراج ہوئی اوسکے پسر کو مارا

سینہ شق کر کے میں زہرا کا جگر لایا ہوں
کاٹ کر پنجتن پاک کا سر لایا ہوں

آفریں کہکے اوٹھا کرسی زریں سے عمر
اور لیا ہاتھ میں اپنے سر ابن حیدر
سر کی مظلومی و غربت پہ جو کی اوسنے نظر
دیکھا رخسار پہ اشکوں کی روانی کا اثر

شمر سے پوچھا کہ جب ذبح یہ ہوتے ہونگے
ہے یقین اکبر ناشاد کو روتے ہونگے

وہ پکارا کہ نہیں یہ تو ہے مجھکو معلوم
ذبح کے وقت یہ کہتے تھے امام مظلوم
ہائے بے پردگی زینب و ام کلثوم
شاہ تو روتے تھے اور کاٹتا تھا میں حلقوم

نہ حیا شاہ سے آئی نہ مروت آئی
ایک روداد پہ لیکن مجھے رقت آئی

جب ہوا سینہ پہ اسوار نہ رحم آیا مجھے
حلق پہ رکھی جو تلوار نہ رحم آیا مجھے
تڑپے کیا کیا شہ ابرار نہ رحم آیا مجھے
پانی پانی کہا دو بار نہ رحم آیا مجھے

ہاں ہزار ضرب سے چھاتی مری پھٹ جاتی ہی
کوئی بی بی مرے خنجر سے لپٹ جاتی تھی

قسمیں دے دیکے وہ کیا کیا مجھے سمجھایا کی
ذبح کرتا رہا میں اور وہ چلایا کی

کوثر و خلد کا اقرار بھی فرمایا کی
کان میں ہائے حسینا کی صدا آیا کی

بولا وہ کون یہ غمخوار شہ والا تھی
سر شبیر پکارا مری ماں زہرا تھی

ہائے افسوس ہزار افسوس کیسے یہہ سنگدل لوگ تھے کہ رحم انکے پاس کو بھی نہ آیا تھا۔ روایت ہے کہ جسوقت عمر سعد بدبخت ابن زیاد بدنہاد کے دربار میں آیا اور حرم محترم کو اوسکے سامنے لایا اوسنے ایک ایک کا حال پوچھا جسوقت نظر اوس مردود کی عابد بیمار پر پڑی پوچھا یہہ کون ہے عمر سعد نے کہا کہ یہ امام علیہ السلام کا لڑکا ہے اور بیماری کے سبب سے بچ رہا ہے اوس مردود نے غضبناک ہوکر کہا کہ تجھکو حکم تھا کہ کوئی طفل شیر خوار تک اہل عبا کا باقی نہ رہے اور قتل کا حکم دیدیا اوسوقت حضرت زینب اور کلثوم سینہ سپر ہوگئیں اور کہا کہ ہمارے خاندان میں مردونمیں سے بس یہی ایک دم باقی ہے اسکو بھی تو قتل کراتا ہے بہتر ہے کہ پہلے ہم سبکو قتل کر بعد میں اس لڑکے کو بھی قتل کرا دینا اوسوقت حضرت زینب نے اوس شقی سے ایسے کلام کئے کہ وہ جواب سے عاری ہوگیا اوس سوال و جواب کے بعد ابن زیاد بدنہاد نے حکم دیا کہ ان اسیران اہل بیت کو قیدخانہ میں لیجاؤ اور حسین کا سر نیزہ پر چڑھا کر فوج کو چوبازار میں پھراؤ چنانچہ امام مظلوم کا سر اقدس نیزہ پر چڑھا کر

عام کوچہ و بازار میں پھرایا اور اہل کوفہ کو دکھایا حضرت زید بن ارقم روایت

کرتے ہیں کہ جسوقت امام مظلوم کا سر اقدس میرے مکان کی طرف آیا تو

میں اپنے بالاخانے پر ایک کھڑکی میں بیٹھا تھا اور کلام اللہ شریف پڑھ رہا

تھا جسوقت اس آیت پر پہونچا اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا

تو اوسوقت اوس سر مبارک نے یہہ فرمایا کہ اِنَّ حَجْلِی مِنْہُ یہہ کلام امام علیہ السلام

کے منہ سے میں نے سُنا تو میرے بدن کے رونگٹے عبرت سے کھڑے ہو گئے

اور میں نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ آپکا حال تو بیشک اصحاب کہف

اور رقیم سے کہیں زیادہ ہے۔

اہل بیت اطہار کا حالت اسیری میں کوفے سے دمشق کیطرف جانیکا بیان

روایت ہے کہ اسیران اہلبیت کی جب کوفے میں خوب تشہیر ہو چکی تو ابن زیاد

بدنہاد نے شمر ذوالجوشن کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ تمام اہلبیت کو معہ

سرہائے شہدا یزید پلید کے پاس دمشق کو روانہ کیا۔ شہیدوں کے سر نیزوں پر

آگے آگے چلے جاتے تھے اور اسیران اہلبیت پیچھے پیچھے روتے ہوئے

آتے تھے سب سروں میں حضرت امام علیہ السلام کا سر مبارک ایسا نورانی

تھا کہ جیسے ستاروں میں چاند یا شفق میں سورج چمکتا ہے ہر منزل میں نئی

طرح کی واردات اور ہر قیام پر نئی کرامات اوس سر اقدس سے ظہور میں آتی

تھیں کہ عقل بشر اوسکے بیان سے قاصر ہے القصہ جب قافلہ دمشق میں پہونچا

تو یزید پلید نے تمام شہر کو آراستہ کیا اور جشن کا سامان درست کیا اور نوبت

[illegible] کرائی اور دربار عام کا حکم
دیا جبکہ سب طرف کے ایلچی اور امرائے شام آکر دربار میں حاضر ہوئے اسوقت
یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور اسیران اہلبیت کو معہ سرہای شہدا دربار میں
بلوایا۔ کتاب مناقب السادات میں لکھا ہے کہ جسوقت امام عالیمقام کا
سر مبارک یزید پلید نے سونے کے طشت میں رکھا اوسوقت بہت خوش
ہوا اور شراب پیکر سر مبارک کے ساتھ طرح طرح کی بے ادبیاں کرنے
لگا اوسوقت بعض صحابی رسولؐ دربار میں موجود تھے یہ حال دیکھکر رونے
لگے اور فرمانے لگے اے ملعون یہ کیا بے ادبی ہے جو تو حسین کے ساتھ
کرتا ہے بارہا ہمنے دیکھا ہے کہ ان دندان مبارک پر رسولؐ مقبول بوسہ دیتے
تھے اور امام علیہ السلام کو اپنے زانوئے مبارک پر بٹھایا کرتے تھے اوس
روز یزید پلید نے ساٹھ جلیل القدر صحابہ کو شہید کرادیا اور اوس روز اوس دربار
میں عجیب طرح کا تلاطم حشر خیز برپا تھا۔ روایت ہے کہ جسوقت لب و دندان
مبارک پر اوس پلید نے چھڑی لگائی اوسوقت سمرہ بن جندب حاضر تھے یہ
حال دیکھکر اونسے ضبط نہ ہوسکا بے اختیار روکر فرمانے لگے کہ خدا تیرے دونوں
ہاتھہ کاٹے تو اون لب و دنداں پر چھڑی مارتا ہے جو بوسہ گاہ نبوی ہیں یزید پلید
نے کہا کہ اے سمرہ اگر تو نے نبیؐ کی صحبت نہ اوٹھائی ہوتی تو بیشک تجھکو
قتل کرڈالتا اونہوں نے فرمایا سبحان اللہ میرے حق میں تو صرف صحبت
رسول کا خیال ہے اور خاص آل رسولؐ کا یہ حال کیا۔ کوئی کافر بھی کسی

سے اُٹھ گئے اور تمام حاضرین دربار رونے لگے۔ روایت ہے کہ ایک
سوداگر یہودی بھی اوس روز دربار یزید میں حاضر تھا یزید پلید سے پوچھا کہ
یہ تیرے سامنے جو طشت میں سر رکھا ہے یہ کسکا ہے اوسنے جواب دیا کہ
اس شخص نے دعویٰ خلافت کا کیا تھا یہودی نے کہا کہ شاید یہ اپنی قوم
میں رئیس ہوگا جو دعویٰ خلافت اور امامت کا رکھتا تھا یزید نے کہا کہ ہاں
یہ شخص اشراف بنی ہاشم سے تھا یہودی نے پوچھا کہ کیا نام تھا یزید نے کہا
کہ حسینؓ پوچھا کہ اسکے باپ کا نام کہا علی مرتضیٰؓ پوچھا اسکی ماں کا نام کہا
فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوچھا کہ فاطمہ کسکی لڑکی تھی کہا محمدؐ الرسول اللہ
کی یہودی نے یہ سنکر اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا اور روکر کہنے لگا کہ یہ کیوں
نہیں کہتے کہ تمہارے نبی کا فرزند ہے اور یہ سب قافلہ ذریات رسولؐ اور
اولاد بتولؓ ہے اے یزید ہمارے اور حضرت داؤد پیغمبر کے واسطے ستر پشت
کا ہے اور ابتک تعظیم و توقیر ہماری یہودی لوگ کرتے ہیں کل کی بات ہے
کہ جناب محمد الرسول اللہ نے دنیا سے انتقال فرمایا ہے اور آج تمنے اونکی
پیاری اولاد کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے سلف سے آج تک نہ کسی نے
دیکھا نہ سُنا اور پھر دعویٰ اسلام ہے افسوس صد افسوس۔

درود آل پے اصحاب و مصطفےٰ پے درود	حسن حسین پے حیدر پے فاطمہ پے درود

روایت ہے کہ یزید پلید نے حضرت زین العابدین سے کہا کہ اے فرزند حسین
تم میرے لڑکے سے جو اسوقت تمہارے سامنے حاضر ہے کشتی لڑ سکتے ہو
تاکہ یہ معلوم ہو کہ تم میں کون قوی ہے حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ

نہیں ہے بلکہ اگر تجھے شجاعت ہاشمی کا زور
دیکھنا منظور ہے تو ایک تلوار اپنے لڑکے کے ہاتھ میں اور ایک میرے
ہاتھ میں دیدے، اور دیکھ لے یزید اسپر راضی نہوا۔ اتنے میں نوبت بجنے
لگی یزید کے لڑکے نے کہا کہ اے فرزند حسینؑ یہ نوبت تو میرے باپ کے
نام کی ہے اور تمہارے باپ کے نام کی نوبت کہاں ہے حضرت امام زین العابدین
خاموش ہو گئے لیکن تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ موذّن نے اذان دی اللہ اکبر
اللہ اکبر اوسوقت امام زین العابدین نے کہا کہ اے فرزند یزید یہ نوبت میرے
باپ کے نام کی ہے کہ قیامت تک اسیطرح بجتی رہیگی اور وہ نوبت جو تیرے
باپ کے نام کی ہے وہ چند روزہ ہے اور یہ بتاؤ کہ جبریل ہمارے گھر آیا کرتے
تھے یا تمہارے۔ وحی خدا ہمارے یہاں اُترتی تھی یا تمہارے۔ آیۂ تطہیر
ہمارے حق میں آئی ہے یا تمہارے الغرض اوس روز حضرت زین العابدین
سے اسقدر گفتگو ہوئی کہ سننے والوں کے ہیبت سے رونگٹے کھڑے ہو گئے
روایت ہے کہ جب یزید پلید حضرت امام زین العابدین سے بہت قایل ہوا
تو کہا کہ اے امام اگر کچھ حاجت رکھتے ہو تو کہو آپ نے فرمایا کہ چار حسرتین
ہین ایک تو یہ کہ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالہ کر تا کہ باپ کا انتقام
لوں اور اوسکو ہلاک کروں اس سے اوسنے انکار کیا پھر امام نے کہا کہ میرے
باپ کا سر مجھے دے تا کہ جسم اطہر سے ملا کر دفن کروں تیسرے اسیران اہلبیت
کو چھوڑ دے تا کہ اپنے ساتھ سبکو مدینہ منورہ لیجاؤں اور میں اپنے جد امجد کے

مجھکو آرزو ہے کہ جامع مسجد میں خطبہ پڑھوں۔ یزید نے یہ سب قبول کیا اور
اہلبیت کو ایک تاریک مکان میں بھیجدیا جبکہ دوسرا دن آیا اور نماز جمعہ کا وقت
ہوا حضرت امام زین العابدین جامع مسجد میں رونق افروز ہوئے اوس روز
جامع مسجد میں بے انتہا خلقت کا ہجوم تھا کسی کو جگہ بھی نہ ملتی تھی القصہ
یزید پلید نے باصرار تمام اپنا وعدہ پورا کیا اور خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جسوقت
امام منبر پر آئے اور ایک خطبہ حمد خدا اور نعت رسول کا پڑھکر بیان کیا کہ
اے لوگو جو مجھے اور میرے خاندان کو جانتا ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ آج جانے
اور پہچانے کہ میں امام حسین علیہ السلام شہید خنجر ظلم کا فرزند ہوں میں وہ ہوں
کہ رسول مقبول جنت کے میوے کھلایا کرتے تھے میرے باپ کو جو رسول مقبول
کا لاڈلا تھا شامیوں نے اوسکو مہمان بلا کر بھوکا پیاسا میدان کربلا میں
ذبح کر ڈالا اور عورات کو قید کر کے بے پردہ اونٹوں پر سوار کرایا اور آج بلوۂ عام
میں یزید نے اس بے عزتی سے ہم سبکو بلایا یہ سنکر مسجد میں شور محشر برپا ہوگیا
تمام لوگ باآواز بلند رونے لگے یزید اس گریہ وزاری سے ڈرا اور موذن کو اذان
کہنے کا حکم دیا موذن پکارا اللہ اکبر اللہ اکبر جسوقت موذن نے کہا اشہد ان
محمد الرسول اللہ تو حضرت امام زین العابدین نے منبر سے اوترکر عمامہ سر اقدس
سے اوتار کر الگ کیا اور کہا کہ اے موذن برائے خدا ذرا خاموش ہو وہ چپ
ہوگیا حضرت زین العابدین نے یزید کے پاس آکر کہا کہ اے یزید سچ بتا کہ
محمد رسول میرے بزرگوار نانا ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو پھر تو نے اونکے نواسے
بھوکے پیاسے کو کیوں ذبح کرایا اور اوسکے اہلبیت کو قیدیونکی طرح شہر بہ شہر

یوں پتھرایا اور دین متین میں رخنہ ڈالا تمام لوگ مسجد میں روتے روتے بیہوش
ہونے لگے اور جان کہونے لگے الحاصل اوسی حالت میں یزید پلید کے اشارے
سے موذن نے آذان پوری کی اور لوگوں نے نماز پڑھی اوس روز جامع مسجد مین
ایسا ماتم تھا کہ کسیکو اپنا ہوش نہ تھا۔ روایت ہے کہ قید خانے میں سب حرم
بیقرار تھے اور سب سے زیادہ حضرت سکینہ صلواۃ اللہ علیہا فراق پدر مین نالاں تھین

جب داغ بیکسی نہ سکینہ اوٹھا سکی — اور درد دل نہ خوف کے مارے سنا سکی
کہائے طمانچے شمر کے جب تک کہ کہا سکی — سن کم تہا دکھ بہت تھے نہ برداشت لا سکی
روئی تو ظالموں نے جفا بے شمار کی
آخر یہ جبر دیکھ کے موت اختیار کی

گر آہ کی شمر پکارا خموش ہو — اور چپ ہوئی تو بے پدری نے کہا کہ رو
گہہ شدت عطش میں پکاری کہ پانی دو — گہہ یاد کر کے رہ گئی بابا کی پیاس کو
سوئی جو آنسو پونچھ کے چشم پر آب سے
ہے ہے حسین کہہ کے وہ اوٹھ بیٹھی خواب سے

حرف درشت ظالموں نے بارہا کہا — بیکس نے سن لیا نہ کسیکو برا کہا
اللہ رے جبر یہ بھی نہ پوچھا کہ کیا کیا — دیکہا فلک کو یار ہے اے یا خدا کہا
کیا کیا نہ خلق سے کلمے حقارت کے کہہ گئی
یہ بیکسی سے دیکھ کے منہ سب کا رہ گئی

غم کھا کے ماں کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر — آنکھوں میں خواب میں آئے نظر پدر

شہ رگ کٹی ہوئی یہ کرامت دکھاتی ہے
پیہم صدا سکینہ سکینہ کی آتی ہے

پہچان کر سکینہ صدائے شہ زماں
جب ہم طمانچے کھا چکے تب آئے ہو یہاں

تسلیم کر کے لپٹی کہا واہ بابا جان
کہتی تھی میں اب آئینگے جو شاہ بیکساں

کھلواؤنگی گلے کو میں ہاتوں سے باپ کے
سو ہاتھ ہی نظر نہیں آتے ہیں آپ کے

مشکلکشا کے لال کہو ہاتھ کیا ہوئے
ہے ہے یہاں تو ہاتھ بھی دونو جدا ہوئے

میں نے سنا تھا ذبح شہ کربلا ہوئے
گویا وہاں زخم سے شاہ ہدا ہوئے

وعدے پہ سر دیا تھا ترے بابا جان نے
لے بیٹی ہاتھ کاٹ لئے ساربان نے

لو آخری سلام کرو جا کے ماں کو اب
وہ بولی پھر ملوگے نہ شاہنشہ عرب

جنت میں فاطمہ نے کیا ہے تمہیں طلب
فرمایا حق کو دیتا ہوں ضامن ہیں تشنہ لب

غربت سے باپ خلد میں تجھکو بلائیگا
تن جائیگا تو سر ترے لینے کو آئیگا

یہ سنکے چونکی اور ملی سب سے یکدگر
جسپر کہ ہاتھ پڑ گیا بولی پدر پدر

پھر ہاتو نے اندھیرے میں ڈھونڈا ادھر ادھر
چلائی ماں پکار کہاں قیدی ہیں خاک پر

یہ ہم ہیں اور بچے ہیں غش میں پڑے ہوئے
اوسنے کہا پدر بھی یہیں تھے کھڑے ہوئے

[illegible]

اور روکے پھر کے سر نے پریشان کئے تھے بال

[illegible] — [illegible]

بولیں خواص یہ سبب شور و شین کا
مانسے سکینہ مانگتی ہے سر حسین کا

یہ سنکے اوسنے طشت میں بھجوایا شہ کا سر — بیٹی کے لینے کے لئے آیا سر پدر
رکھا گیا جو طشت طلائی زمین پر — سرپوش اوٹھایا اوسکا سکینہ نے دوڑ کر

حسرت سے باپ بیٹی نے باہم نگاہ کی
سر نے بھی رو کے آہ کی اسنے بھی آہ کی

پھر رو کے سر جھکا دیا پیش سر پدر — اور بولی ہے تو نائب مشکل کشا کا سر
اے سر تو میری موت کی سختی کو سہل کر — آئی ندا کھڑے ہیں علی بھی سرہانے پر

سر کی جبیں پہ اپنی جبیں دہر کے رہ گئی
کلمہ پڑھا بلائیں لیں اور مر کے رہ گئی

اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض روایات میں اِس زنداں میں انتقال کے متعلق یہہ ہے کہ وہ حضرت زینب بنت امام علیہ السلام تھیں اور بعض میں حضرت سکینہ صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب

بیان روانگی اہل بیت قید دمشق سے مدینہ منورہ کیطرف

روایت ہے کہ جب یزید پلید اہل بیت رسول کو طرح طرح کی تکلیفیں دیکر خوب دلکا غبار نکال چکا تو سبکو مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کرنیکا حکم دیا اور کچھ زاد راہ

مقرر کیا چنانچہ حضرت امام زین العابدین نے حضرت امام علیہ السلام کا
سر اقدس لیا اور دیگر شہدا کے سرونکو بھی یزید پلید سے لیکر عازم مدینہ منورہ
ہوئے ہائے افسوس ہزار افسوس کہ کسطرح مدینہ منورہ سے تشریف لائے
تھے اور اب کسطرح ادہر کو جاتے ہیں الغرض یہہ ذریات رسول مقبول
اشکبار اور غمگین وملول اون سرونکو تاسف کی نظروں سے دیکھتے ہوئے
حوالی مدینہ میں آئے اور نعمان بن بشیر سے جو بہت ارادت اور عقیدت سے
پیش آیا تھا اور بکمال اعزاز و احترام سے حرم رسول مقبول کو پہونچایا تھا سب
کے سب راضی اور خوشنود ہوئے اور شفاعت عقبیٰ کا امیدوار کیا۔ مسدس

جب گور غریباں سے وطن میں حرم آئے — سر پیٹتے سجاد بزیر علم آئے
کہتے تھے نہ اکبر نہ امام امم آئے — اٹھارہ بنی فاطمہ کو کھو کے ہم آئے
آواز بتول آئی کہ تاریک جہاں ہے
زینب مرا یوسف مرا شبیر کہاں ہے

زینب مرے بچے کو کہاں چھوڑ کے آئی — زینب مرے پردیسی کو ساتھ اپنے نہ لائی
زینب مرے مظلوم سے کی تو نے جدائی — زینب تو لٹا آئی غریبوں کی کمائی
نکلی تھی تو سب کنبے کی اولاد کو لیکر
آئی ہے فقط عابد ناشاد کو لیکر

زینب کو قلق ہے نہ خبر یہ بھی کہ اصلا — جنگل ہے کہ بستی ہے مدینہ ہے کہ بطحا
پھر یکبیک اوسنے جو سنا نالہ زہرا — عابد سے کہا کونسی بستی ہے یہ بیٹا
وہ بولے یہ مسجد ہے وہ روضہ ہے نبی کا

گھبرا کے وہ منہ پیٹ کے عابد کو پکاری — تم نے بھی سنی فاطمہ کی نالہ و زاری
میں کہتی نہ تھی مجھکو نہ گھر لیچلو واری — بولو تو میں اب کیا کہوں دادی ہے تمہاری

وہ طالب شبیر ہے کیا شبیر نہیں ہے
شبیر نہیں ہے مری توقیر نہیں ہے

کیوں لائے وطن میں مجھے کیا کام وطن سے — بچھڑی ہے بہن بھائی سے اور بھائی بہن سے
ہے ہے میں اُٹھی کیوں لحد شاہ زمن سے — بہتر تھا وہ ویرانہ مدینے کے چمن سے

سب طعنے مجھے دینگے یہ ہے ہے کدھر آئی
بھائی کا تو گھر لُٹ گیا یہ کسکے گھر آئی

لو خلق مدینے کی چلی آتی ہے ساری — اب دیکھینگے سب جا کے بھری شکل ہماری
مقتل کی طرف پھیر دو زینب کی عماری — لیجاؤ بھبھو نکو مجھے رخصت کرو واری

مجھکو قسم اماں کی ہے جیتی نہ پھرونگی
تم سبکی زیارت میں قیامت میں کرونگی

ناگہ خبر آمد سادات ہوئی عام — مردوں سے بھری راہیں تو عورات سے ہر بام
ہر سمت تصدق کا ضیافت کا سرانجام — اور نالۂ زہرا سے بقیعہ میں تھا کہرام

یہ کہتے ہوئے لوگ چلے آتے تھے گھر سے
کہدو کوئی صغرا سے حسین آئے سفر سے

کہتا تھا کوئی سجدہ مدینہ ہوا آباد — یہ علم نہ تھا فاطمہ کا گھر ہوا برباد
ابن حنفیہ کے [illegible] تھے شاد — عبداللہ جعفر تھے کسی غول میں استاد

کہتے تھے پسر جیتے ہوں پھر کہ موئے ہوں
یارب شہ دین اونسے رضامند ہوئے ہوں

زنجیر در فاطمہ صغرا کی ہلا کر	اک لڑکی نے جلدی سے یہ آواز دی آکر
لے بھیا پدر آیا ترا شکر خدا کر	مل آئی نہ گھبراؤ سکینہ ہے یہین جا ہ

پھر بھی تیری اماں کی اگر پاؤنگی بھینا
تو گود میں اصغر کو بھی لے آؤنگی بھینا

آواز دی صغرا نے تیرے سُنہ کے میں واری	اور مادر عباس کو خوش ہو کے پکاری
صحنک کرو زہرا کی مراد آئی ہماری	ہنستی ہوئی در پر گئی شبیر کی پیاری

کیا دیکھتی ہے چاروں طرف حشر بپا ہے
شبیر کے دروازے پہ رونیکی صدا ہے

صغرا نے سنی بانوئے بیکس کی جو زاری	دوڑی گئی محمل کے قرین اور پکاری
اے والدہ ماجدہ تسلیم ہماری	اصغر کو دکھاؤ ہمیں ٹھیراؤ سواری

کہدو کہ ہوس تیرے ہی ملنے کی بڑی ہے
بیمار بہن ہاتوں کو پھیلائے کھڑی ہے

ناگاہ نظر جا پڑی گہوارے کے اوپر	جھولے پہ گری اور یہ چلائی وہ مضطر
ھے ھے علی اصغر علی اصغر علی اصغر	بانو نے کہا سوتے ہیں قبر کے اندر

پانی کیلئے ماں سے وہ روٹھے ہیں منالاؤ
بستی ہیں شہیدونکی وہ سوتے ہیں اوٹھالاؤ

روایت ہے کہ جسوقت مدینے والونکو خبر ہوئی کہ امام عالیمقام کا قافلہ آتا ہے تو

... زیارت امام حسین علیہ السلام کے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر استقبال

کو آئے جسوقت کہ نگاہ اونکی حضرت امام زین العابدین پر پڑی اور اونکا رونا

دیکھا سب کے سب بے اختیار رونے لگے پھر جسوقت امام مظلوم کا سرِ مبارک دیکھا

اوسوقت تو گویا مدینے میں قیامت برپا ہو گئی خصوصاً حضرت ام سلمہ کا قافلہ

میں آنا اور سر امام علیہ السلام کو ملاحظہ فرمانا اور آغوش میں لیکر رونا اور روتے

روتے بے ہوش ہونا اور پھر زیارت رسولِ مقبول کو روضہ رسول پر لانا اور پھر مزار پیغمبر

پر ایک ایک کا رونا اور حضرت فاطمہ صغرا کا باپ اور بھائی علی اصغر کے فراق میں

بے تاب ہونا اور خواہران امام کی گریہ وزاری اور عابد بیمار کی بیقراری نہ زبان کو

بیان کی طاقت ہے اور نہ قلم کو لکھنے کی تاب ہے اور امام زین العابدین کا رونا دنیا

میں مشہور ہے یعنی بعد شہادت امام علیہ السلام کے تیس برس تک زندہ رہے لیکن

تمام عمر رونے سے فرصت نہ ہوئی جب کبھی پیاس غالب ہوتی تھی تو پانی پی لیتے

تھے مگر باپ کی پیاس یاد کر کے رو دیتے تھے۔ راوی لکھتا ہے کہ امام زین العابدین

علیہ السلام اپنے بالاخانہ پر جس جگہ رویا کرتے تھے تو اوس جگہ آنسو جمع ہو کر پرنالہ

کی راہ سے باہر گرتے تھے ایک شخص اوس راہ سے گذرا اوسکے اوپر وہ پانی گرا اوسنے

کپڑا دھونیکا ارادہ کیا ایک شخص نے جو آپکے رونے سے واقف تھا کہا کہ اے شخص

اوس پرنالہ سے جو پانی گرتا ہے وہ آنسو ہیں جناب امام زین العابدین کے اپنے باپ

کی مصیبت کو یاد کر کے رویا کرتے ہیں اس کپڑے کے دھونیکی کیا حاجت ہے کہ یہ

ایک ایک قطرہ تیرے واسطے سبب نجات آخرت ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت

... ایک قصاب کو

دیکھا کہ بکری ذبح کرنیکو لایا ہے اور چھری پتھر پر تیز کر رہا ہے آپنے پوچھا کہ اس بکری کو

دانہ پانی سے بھی سیراب کر لیا ہے یا نہیں اوسنے عرض کیا یا امام تین روز سے اسکو

برابر دانہ کھلاتا ہوں اور پانی وقت پر پلاتا ہوں تو آج گھر سے ذبح کے واسطے لایا

ہوں یہ سنکر آپنے ایک آہ سرد دل پُر درد سے کھینچی اور روکر فرمانے لگے کہ کیا کوفیون

نے میرے باپ کو اس بکری سے بھی کمتر جانا جو تین روز تک بھوکا پیاسا رکھا

اور اسی طرح ذبح کر ڈالا یہہ سنکر وہ قصاب اور سارے ہمراہی بیتاب ہو گئے

اور زار زار نالان وگریاں تھے الغرض آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ

علیہ السلام تک ایسا سانحہ قیامت خیز اور حادثہ محشر انگیز کسی نبی کی اولاد کے

ساتھ نہیں گذرا اگر حضرت رحمت اللعالمین کا واسطہ درمیان میں نہوتا تو

کچھ تعجب نہ تھا جو اوسیر دز قیامت آتی اور ساری دنیا نیست و نابود ہو جاتی فقط

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

مالک الملک خالق کونین
از برائے شہادت حسنین

جملہ اصحاب و انبیا کے طفیل
غوث و ابدال و اولیا کے طفیل

اپنے حُسنِ قبول کا صدقہ
اہل بیت رسول ص کا صدقہ

اپنے محبوب باصفا کے لئے
فاطمہ رض بنت مصطفےٰ کے لئے

جو جو خواہش ہی اے خدا دیدے
دین و دنیا کا مدعا دیدے

شاد رکھہ دیکے نعمتین ساری
کچھ نہو دکھہ نہ غم نہ بیماری

سید کے رشتے پہ والد کے ہم تو
سر سے سب بار قرض اُتر جائے

فضل تیرا یہہ کام کر جائے

تیرے لطف و کرم سے ہے امید
کل کی مشکل کشائی ہو جائے
رات ہوں شب برات دن ہوں عید
قیدیوں کی رہائی ہو جائے

ہاتھہ پھیلے کی لاج رکھہ یارب
جلد مکۂ معظمہ دیکھیں
سر پہ مقصد کا تاج رکھہ یارب
پھر مدینہ منورہ دیکھیں

دین و اسلام میں ترقی ہو
غم نہ ہو کچھ ہر ایک خُرّم ہو
اسکے ہر کام میں ترقی ہو
غم اگر ہو حسین کا غم ہو

سُنی و شیعہ ایک ہو جائیں
ذکر حضرت سے ذوقِ مجلس ہو
متفق ہو کے نیک ہو جائیں
سُنّیوں کو بھی شوق مجلس ہو

اپنا ہو جائے غیر ہر اک کا
جملہ حُضّار و بانی محفل
خاتمہ ہو بخیر ہر اک کا
خوش رہیں سب مراد ہوں حاصل

ہے یہ مقصود اور اکبرؔ کا
عشق ہو دل میں آل اطہر کا

قطعہ تاریخ از بلبل بوستانِ اکبر جناب منشی صوفی امیر احمد خانصاحب اخگرؔ رام پوری تلمیذ حضرت اکبر وارثی میرٹھی

سنکے احوال شہادت کی کتاب
نقطے اسکے قطرہ ہائے اشک ہیں
رو رہے ہیں عاشقان اہلبیت
لفظ ہیں آہ و فغان اہل بیت

ہر ورق ہاشیۂ محضر ناموس ہے
ہے بہت ہر ایک سے مکان اہلبیت

اسکی ہے ہر سطر راہِ کربلا — مصرع ہے قدِ جوانِ اہلبیت

روشنائی اسکی ہے یا شامِ غم — یا کہ ہے دودِ فغانِ اہلبیت

واقعی ڈوبا ہوا ہے درد میں — جسقدر بھی ہے بیانِ اہلبیت

ہے کہیں حالِ تباہی حرم — اور کہیں مرقوم شانِ اہلبیت

سہمے بیٹھے ہیں لعین میدان میں — دیکھکر تیغ و سنانِ اہلبیت

کہتا تھا ازرق لڑوں کیا کہا ہیں — ہے قوی ہر ناتوانِ اہلبیت

الغرض خوش ہیں عدو پڑھکر کتاب — نالہ کش ہیں دوستانِ اہلبیت

فکرِ سن میں تھا کہ ہاتف غیب سے — بول اوٹھا اے نوحہ خوانِ اہلبیت

اور ہوتا ہے فزوں اخگر ملال — جسقدر ہو داستانِ اہلبیت
١٣٤٢

دیگر

مرے اوستاد نے لکھی وہ کتاب — جس سے گل ہو گیا خوشی کا چراغ

جانور تک ہیں محو آہ و بکا — قمری طاؤس مرغ فاختہ زاغ

فکر تاریخ تھی جو اخگر کو — آئی آواز غیب جانب باغ

ہجری و عیسوی لکھو دو سن — شبِ غم۔ فرقتِ حسن کا داغ
١٣٤٢ھ ١٩٢٤ء

قطعہ تاریخ از گلستانِ فصاحت و بلاغت را طوطی جناب شیخ منشی کریم بخش صاحب منشی دہلوی تلمیذ حضرت اکبر وارثی میرٹھی

واہ استاد شہادت کے بیاں میں تمنے — دشمنِ آل کو مغلوب کہا خوب کہا

سگ ناپاک لکھا شمر کو اچھا لکھا — شہ کو اللہ کا محبوب کہا خوب کہا

[illegible] — غیرتِ دیدۂ یعقوب کہا خوب کہا

ہے اب ہاں ... یہ تاریخ کہی | واہ واہ خوب کہا خوب کہا خوب کہا

۱۹۲۴ع

قطعہ تاریخ عندلیب شکرستان تحسین جناب شیخ محمد یٰسین صاحب یٰسین دہلوی تلمیذ حضرت اکبر وارثی میرٹھی

نہ پوچھو حضرت اوستاد نے لکھا کیا ہے | نبی و آل نبی کے صفات لکھے ہیں
کلیجہ تھام کے سنئے کہ تشنہ کاموں کے | یہ قصہ ہائے حیات و ممات لکھے ہیں
کہیں ہے نثر کہیں رنگ مرثیوں کا ہے | کہیں سلام کہیں نوحہ جات لکھے ہیں
سر جنان ہے یہ یٰسین لکھ بھی دو تاریخ | غم حسین کے یہ واقعات لکھے ہیں

۱۹۲۴ع

قطعہ تاریخ بلبل گلستان فصاحت راقمہ جناب قاری صوفی منشی عزیز الرحمن صاحب عزیز پانی پتی تلمیذ حضرت مصنف

واہ وا اوستاد کیا لکھی کتاب | ہے یہ گلزار ملال اہلبیت
سامعین کا جس سے دل ہو پاش پاش | ہے وہ اظہار ملال اہلبیت
رنگ ماتم جم گیا ہر بزم میں | کہل کے اسرار ملال اہلبیت
جو اسے پڑھتا رہے پڑھتا رہے | اسکو آزار ملال اہلبیت
جو خریدے گا اسے ہو جائیگا | وہ خریدار ملال اہلبیت
پڑھنے والا اسکا ہے کون نہیں | مست و سرشار ملال اہلبیت
اس شہادت نامہ کا ہر حرف ہے | تعزیہ دار ملال اہلبیت
اسکی ہر اک سطر میں پر کر دیا | بحر ذخار ملال اہلبیت
گویا اسکا نقطہ نقطہ حرف حرف | ہے عزادار ملال اہلبیت

سر دا ہوں کے مضامین سے عیاں	گرم بازار ملال اہلبیت
دی ہے تاریخ ہاتف نے ندا	اے دل افگار ملال اہلبیت
کاٹ کر حارث کا سر لکھدو عزیز	اسکا سن خار ملال اہلبیت

۱۳۴۳ھ

قطعہ تاریخ نسیم فصاحت وبلاغت راجان منشی حافظ محمد عثمان خانصاحب عثمان دہلوی تلمیذ حضرت اکبر وارثی

والعدیہ اوستاد نے کیا خوب لکھا ہی	امت کیلئے لٹ گیا چین ابن علی کا
سر دیکے جہنم کی سزاؤں سے بچایا	امت پہ ہے الطاف یہ عین ابن علی کا
سر پیٹتے ہیں پیر جواں کرتے ہیں ماتم	اکبر کا ہے یہ شور وہ شین ابن علی کا
دنیا ہی میں حسنین کا ماتم نہیں برپا	سب حور و ملک کرتے ہیں بین ابن علی کا

زہاد نے سر پر اسے رکھکر کہا عثمان
غم تازہ کیا اس نے حسین ابن علی کا

۱۹۲۴ء

قطعہ طوطی شیرین مقال اکبر جناب حافظ محمد اسحاق صاحب افسر دہلوی تلمیذ حضرت اکبر وارثی میرٹھی

اوستاد نے لکھا ہے عجب حال شہادت	اظہار ہے آثار خفی اور جلی کا
ہر مصرع بنا خلد کا شمشاد و صنوبر	ہر حرف نمونہ ہوا جنت کی کلی کا
سنکر ترے اشعار تڑپ جاتے ہیں صوفی	تو بلبل گویا ہے مدینے کی گلی کا

سر کاٹ کے ارزق کا سن طبع لکھہ افسر
ماتم ہے یہ لخت دل زہرا و علی کا

۱۹۲۴ء

تمت بالخیر

حضرت ابو الفصاحت مولانا اکبر وارثی میرٹھی کی کل تصنیفات

نام کتاب	مضامین	قیمت
دیوان باغ کلام اکبر	اسمیں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی نعتیں قصیدے تڑپا دینے والی قوالیاں ہیں	۴؍
دیوان نہال روضہ اکبر	اسمیں صوفیانہ رنگ تصوف کے مضامین ہر قسم کی قوالیاں بے نظیر قابل دید ہیں	۴؍
دیوان ریاض اکبر معہ کیفیت حسن وارث	یہ بڑا دیوان ہے اسمیں عاشقانہ جلے بھنے مضامین کی غزلیں۔ نعتیہ قصیدے اردو فارسی پوربی عربی کلام اور چشتیہ و قادریہ شجرے بے نظیر قوالیاں قابل دید اور لائق شنید مضامین ہیں	۸؍
گلزار اکبر	یہ ایک عجیب و غریب کتاب عاشقانہ اور نعتیہ قصائد کی قابل دید ہے	۴؍
میلاد حسن ابن حسن	جتنے میلاد شریف ہندوستان میں اسوقت تک چھپے ہیں سب اچھے ہیں لیکن انمیں جو جو ضرورتیں باقی رہگئیں تھیں وہ قابل مصنف نے اسمیں سب پوری کردیں صحیح صحیح روایتوں کو نظم کے جواہرات سے ایسا سجایا ہے کہ پڑھنے اور سننے والے تڑپ جاتے ہیں اول پیدائش کے حالات سے آخر معجزات و معراج زمین و آسمان کا مباحثہ غرض اسمیں قابل دید ہے اور جواز میلاد و قیام کے سیکڑوں علمائے مکہ و مدینہ وغیرہ کے فتوے درج ہیں	۱۲؍
ذبح عظیم فدیہ ابراہیم	اسمیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے واقعات کو نظم و نثر سے آراستہ کیا ہے	۱؍
روایت بسم اللہ	اس ضعیف روایت کو روایت مشاطہ و نابینا یہودی قوی روایتوں سے قوت پہونچنے کیلئے ایک جگہ کردیا ہے یہ تینوں روایتیں عجیب ہیں	۱؍
روایت بلال معہ قصہ فرعون	حضرت بلال کے صحیح صحیح واقعات نظم و نثر سے آراستہ ہیں اور فرعون کا خدائی دعویٰ سے مینہ برسانا عجیب و غریب دونوں روایتیں قابل دید اور لائق شنید ہیں	۲؍
جنت کا پھول جنت کی کلی	ان دونوں میں تازہ غزلیات درج ہیں	۲؍

اور ہر قسم کی اُردو فارسی ہندی عربی کلام مجید حمائل معہ اردو ترجمہ کتابیں سپیارے قاعدے بکفایت ملیں گے۔

پتہ یہ ہے: منشی محمد وزارت یار خاں مہتمم دفتر اکبر وارثی میرٹھ خیر نگر

اعلان

حضرت ابوالفصاحت مولانا اکبر وارثی مدظلہ کے خلفائے راشدین وشاگردان عقیدت گزین کے ساتھ اس کتاب احوال شہادتین ملال حسنین کی قیمت میں فی کتاب چار آنہ رعایت کیجائیگی بشرطیکہ وہ اپنی شاگردی کی اطلاع دیں ڈاک وغیرہ کا اہتمام میرے سپرد ہوگیا ہے اسلئے جو خط کارڈ تار وغیرہ حضرت ممدوح کے نام آئینگے انکا جواب انشاءاللہ تعالیٰ اسی روز روانہ ہوگا دیر نہو گی ہر امر دریافت طلب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔

گلستان اکبر

یہ باغ کلام اکبر کا پانچواں حصہ جسمیں جنت کی کلی جنت کا پھول فریاد مدینہ تازہ بتازہ کلام سب شامل ہوگا حقیقت میں گلستان کی ہی سیر کا لطف دیگا زیر طبع ہے اسکی فرمائشیں تا تیاری جمع رہنگی لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ ہر بات قابل دید ہوگی تیار ہوتے ہی انشاء اللہ تعالےٰ روانہ ہوگا۔ قیمت ۶/

پتہ یہ ہے:۔ منشی محمد وزارت یار خاں مہتمم دفتر اکبر وارثی میرٹھ خیر نگر